The Late Allama Akbar Mashi

To view the Arabic text, you will need to have the Traditional Arabic font on your computer.

قرآنی آیات کو بہتر طور پر دیکھنے کے لئے آپ کو عربیک ٹریڈیشنل فونٹ کو ڈاؤن لوڈ کرنا ضروری ہوگا۔

تاویل اُلقرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

THE INTERPRETATION OF THE KORAN

By
The Late Allama Akbar Mashi

تاویل القرآن

من تصنیف

سلطان القلم جناب اکبر مسیح مرحوم

۱۹۰۲ء

www.muhammadanism.org
(Urdu)
Oct.30.2004

فہرست مضامین ۔ تاویل القرآن

تاویل القرآن

دیباچہ

پاک ذات ہے تو ہم کو کچھ معلوم نہیں مگر اتنا ہی جو تو نے ہم کو سکھلا دیا تو ہی دانا پختہ کا رہے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۳۲)

یہ بات کیسی ہی حیرت افزا ہو مگر سراسر راست ہے۔ تمام جہان میں جن لوگوں نے سب سے زیادہ قرآن شریف سمجھنا چاہا اور سب سے کم سمجھا وہ مسلمان ہیں ۔ مشہور ہے کہ جب آدمی دلدل میں پھنس جاتا ہے تو جتنا اپنی خلاص کی کوشش میں ہاتھ پیر مارتا ہے اُتنا ہی وہ دھنستا جاتا ہے ۔یہی حال ہوا اہل اسلام کا۔ کوئی گُرتھا قرآن فہمی کا جو اُن کے ہاتھ سے کھوگیا ۔ پر گو علم ِتفسیر پر جو کتابیں انہوں نے لکھ ڈالیں وہ ریگ دریا سے سوا ہوں۔ مگر قرآن فہمی میں ہنوزہ روز اول رہا۔ ہم کیا اورہماری بساط کیا کہ ہم ان کی تفسیروں کو سمجھ سکیں۔ اوراگر ہم سمجھ بھی سکتے تو ہمارے پاس عمر نوح کہاں کہ ہم ان کو چھانتے ۔ مگر جن لوگوں کو کافی وسائل حاصل تھے وافی سلمان مہیا کوئی بڑا کتب خانہ ہاتھ پر دھرا تھا نامی عربی دان مولوی حافظ محدث ہردم گردوپیش بیٹھے رہتے تھے بحث مباحثہ درس تدریس کا بازارگرم تھا فرصت تھی آرزو تھی کہ قرآن سمجھیں اورسمجھاویں غرضکہ وہ لوگ جن کو ہر طرح کا اطمینان حاصل تھا اوقات ضائع کرچکے عمر کھوچکے اورحسرت ِناکامی سے گواہی دے گئے ۔ " میں نے بقدر اپنی طاقت کے تفسیروں کو پڑھا اوربجز اُن مضامین کے جو علم وادب سے علاقہ رکھتے ہیں باقی کو محض فضول اورمحلو بروایات ِضعیف وموضوع اورقصص بے سروپا سے پایا جو اکثر یہودیوں کے قصوں سے اخذ کئے گئے تھے۔ پھر میں نے بقدر اپنی استعداد وطاقت کے کتُب اصول تفسیر پر توجہ کی اس امید سے کہ ان میں ضرورکوئی ایسے اصول قائم کئے گئے ہونگے جن کا ماخذ خود قرآن مجید یا کوئی اورایسا ہوگا جس پر کچھ کلام نہ ہوسکے مگر ان میں بجز اس قسم کے بیان کے کہ قرآن مجید میں فلاں فلاں علم ہیں۔ مثلاً فقہ وکلام ووعظ اور اسباب خفائے نظم قرآن ولطافت نظم اوربیان اختلاف تھا تفاسیر کے یا شرح غریب قرآن کے اورکچھ نہیں ہے جو زیادہ مبسوط ہیں ان میں

آیات مکی ومدنی صیفی وشتائی ۔ یومی دلیلی اوران کے حروف وکلمات یا بحث مجاز وغیرہ کےکوئی ایسے اصول نہیں بتائے ہیں جن سے وہ مشکلات جودرپیش ہیں حل ہوسکیں "۔ نجم الہند بلکہ نجم الاسلام ہندوستان کے گرینڈ اولڈ مین یعنی بزرگ سرسید احمد مرحوم کا یہ قول ہے جو انہوں نے اپنے رسالہ تحریر فی اصول التفسیر کی تمہید میں لکھ دیا۔ سرسید ایک ایسا ثقہ راوی تھا کہ اگر وہ قطبین کےسفر سے واپس آکر وہاں کے حالات سناتا تو بھی اس کی بات کا اعتبارکرلیا تھا اوریہ بات توایسی ہے جس کو ہر محقق کس سکتا ہے۔ پس عبث ہے جواس کے بعد قرآن سمجھنے کے لئے کوئی شخص تفاسیر مروجہ سے رجوع کرے اوراپنا وقت عزیز گنوائے ۔ بعض عالموں نے امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر کی ہجو میں کہا تھا فید کل شی الاتفسیر اس میں تمام جہان کی باتیں موجود ہیں بجز تفسیر کے۔اب معلوم ہواکہ وہ مقولہ اہل اسلام کے سارے دفاتر تفسیر پر صادق آتا ہے۔

قرآن فہمی وغیرمسلمان

پھر اس سے بھی زیادہ حیرت مسلمانوں کو سن کریہ ہوگی کہ غیر مسلمانوں نے جب کبھی قرآن سمجھنے کی تھوڑی کوشش بھی کی توبہت سمجھ گئے بلکہ بےادبی معاف بڑے بڑے مفسرین سے زیادہ سمجھے۔ جن لوگوں نے کوئی یورپی زبان پڑھی ہے۔ جرمن، فرانسیسی یا انگریزی وہی ہماری بات پر صادکرینگے اورہم بلا مبالغہ کہتے ہیں اگر کوئی طالب علم ایک حرف بھی عربی نہ جانے صرف پامر صاحب کا ترجمہ قرآن اور راڈول صاحب کے فوائد تفسیر اورجارج سیل صاحب کا دیباچہ قرآن پڑھ لے تو وہ علمائے دیوبند سے زیادہ قرآن شریف پر حاوی ہوجائے۔جو ساری عمر رازی اور بیضاوی کی ورق گردانی کرتے رہے۔ اس سے انکارنہیں ہوسکتا کہ اس وقت تک تو مسلمان قرآن کی تفسیر میں ناکام رہے مگر اُمید کی جاتی ہے کہ زمانہ کے ہمدوش چلنے والوں میں سے ایسے ایسے لوگ وقتاً فوقتاً اٹھیں جو ضرورت محسوس کرکے اس کو رفع کرنے کی کوشش کریں اوریوں رفتہ رفتہ سامان بہم پہنچ جائیں جن سے قرآن کی کوئی سچی تفسیر لکھی جائے۔

شیعوں کا ترجمہ قرآن

سب سے مقدم اس مرحلہ میں قرآن کا عم فہم ترجم ہے۔ قرآن فہمی کی سب سے پہلی سیڑھی یہی ہے۔ اہل کتاب اس میں کہنہ مشق ہیں پس جس طرح ان کی اورہزاروں اچھی باتوں کی نقل اتاری

جاتی ہے اس کی بھی اتاری جائیگی ۔ شیعہ ضرورتعریف کے مستحق ہیں کہ قرآن کے عام فہم ترجمہ کی ضرورت اہل کتاب کی دیکھا دیکھی سب سے پہلے انہوں نے محسوس کی اورسب سے پہلا اردوترجمہ بلا متن عربی نواب محمد حسین قلی خان صاحب لکھنوی کا ہے جو ۱۳۰۲ہجری میں مجتہد العصر کی منظوری سے چھپا۔دیباچہ میں مترجم صاحب فرماتے ہیں " اس زمانے میں ازبسکہ ترجمہ تورات اورزبوراورانجیل کوشش سے پادریوں کی ہر زبان مشہورہوگئے ہیں اورہر شخص ان کے مضامین سے کامیاب ہوتا ہے۔ صدہاآدمی ترجمہ معنوی تورات وغیرہ پڑھ پڑھ کریہود ونصاریٰ ہوتے جاتے ہیں اورقرآن کی بہ نسبت افسوس کرتے ہیں کہ ہم مطلب ہی نہیں سمجھتے اعتقاد کیونکرکریں" ۔ مروجہ ترجموں کا عیب بھی مترجم نے بتادیا ہے۔ " اب تک جو ترجمے قرآن شریف کے اہل سنت میں ہوئے وہ مطلب خیز نہ تھے۔ اس وجہ سے کہ لفظوں کا لحاظ ان ترجموں میں زیادہ تھا معنوں سے چنداں بحث نہ تھی "۔ اوربہ سبب خلط اصل عبارت قرآنی کے کمتر پڑھنے میں آسکتے تھے "۔ ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ نواب صاحب کا ترجمہ سعی ضائع رنج باطل ہوکر ناکام رہا کیونکہ جس اُردو زبان سےاس میں کام لیا گیا وہ بہتوں کی دانست میں شرفاء کے روزمرہ سے دوربلکہ سنجیدہ رہ خصوصاً متبرک مضامین اداکرنے کے لئے کبھی موضوع نہ ہوئی تھی اورگوہم لائق مترجم کی رائے پر صاد کرتے ہیں کہ پہلے ترجموں میں یہ نقص تھاکہ لوگ ان کو پڑھ نہ سکتے تھے یا پڑھ کر سمجھ نہ سکتے تھے مگر اس میں ہم کو یہ بڑا نقص ملاکہ جس نے سمجھا وہ بُرا سمجھا۔ پھربھی ہم مانتے ہیں کہ یہ بامحاورہ ترجمے کی پہلی کوشش تھی جو نمونے کاکام ضرور دے گئی۔

عیسائیوں کا ترجمہ قرآن

انگریزی زبان میں تو تین ترجمے ایک سے ایک بڑھ کر موجود تھے۔ پامر صاحب کا ترجمہ تو بے مثل ہے جس میں لاجواب صحت کی پابندی کے ساتھ لفظ ومحاوہ دونو کی رعایت رکھی گئی مگرہم فخر کے ساتھ عرض کرینگے کہ اردو زبان میں بھی قرآن شریف کا پہلا بامحاورہ ترجمہ کرنے میں بازی عیسائیوں کے ہاتھ رہی۔ ڈاکٹر مولوی پادری عمادالدین صاحب مرحوم نے قرآنی عربی کو اردوکا صوفیانہ شریفانہ لباس پہنایا جس کو فے الحقیقت ایک اعلیٰ معنی میں ترجمہ کہہ سکتے ہیں جو علمی اورسنجیدہ اردوزبان میں عربی متن سے بالکل سبکدوش اورتفسیری عبارات سے پاک ہے۔

اس ترجمہ کی خوبیوں کی داد اسی شخص نے دی ہوگی جس کو مابعد قرآن شریف کا ترجمہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ یہ ترجمہ ۱۸۹۴ء میں چھپا۔اورپادری صاحب دیباچہ میں فرماتے ہیں " جب سے ہندوستان میں اسلام آیا اب تک عام فہم عبارت میں قرآن کا ترجمہ انہوں نے نہیں کیا۔۔۔۔ مجھے امید نہیں رہی کہ علماء محمدیہ قرآن کا عم فہم ترجمہ عربی سے الگ کرکے کبھی رائج کرینگے شاید۔ یہ نمونہ دیکھ کےکچھ کریں تو اچھا ہے اب تک اہل اسلام اس فطری قانون سے آگاہ نہیں ہوئے کہ جب تک الہامی کوئی کتاب لوگ اپنی مادری ملکی زبان میں نہیں پڑھتے اس کے نشیب وفرازان کی روحوں پر منکشف نہیں ہوا کرتے ۔ پس ان کی طرف سے نااُمید ہوکریہ ان کا بوجھ تمام ہندوستان کے فائدے کے لئے میں نے اٹھایا۔ ۔۔۔۔ اورنہایت کوشش کی کہ کہیں مجھ سے امانت میں خیانت نہ ہو۔ کیونکہ عدالتِ الٰہی میں حاضر ہونا ہے"۔ پادری صاحب نے دین محمدی کے خلاف دفترکے دفترلکھ ڈالے تھے اس لئے ان کےنام کےساتھ ایک تعصب چلا آتا ہے۔ جس نے ان کی اس قابل داد محنت سے مسلمانوں کو فائدہ اٹھانے نہیں دیا۔ پھربھی جس باخبرگواس کے مطالعہ کا اتفاق ہوا وہ ترجمہ کی صحت اورمترجم کی دیانت کا قائل ہوگیا۔

حافظ نذیراحمد صاحب دہلوی کا ترجمہ قرآن

اس ترجمے کو ہندوستان میں شائع ہوئے کچھ ہی سال گذرے تھے پادری کہ پادری صاحب کی پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ اوران کا " نمونہ دیکھ کے" محمدی علما فی الحقیقت اس میدان میں زورآزمائیاں کرنے لگے اوراردو علم وادب کے استاد فاضل دہلوی ڈاکٹر مولوی حافظ نذیراحمد صاحب نے خاص مسلمانوں کے لئے ایک بامحاورہ اردوترجمہ مع فوائد تفسیری کے تیارکردیا اورہم بڑی مسترسے دیکھتے ہیں کہ وہ اہل اسلام کےدلوں میں گھرکرنے لگا۔حرف گیروں کے دست وزبان سے کونسی چیز بچی کہ مولانا ممدوح کا ترجمہ بچتا۔ گرزن گزٹ نے رقیبانہ مخالفت میں مدتوں جا بیجا لکھ کر اپنے کالم کے کالم سیاہ کر ڈالے مگر ہم تو ادب کے ساتھ صرف اسی قدر کہینگے کہ مولوی صاحب نے ترجمہ کے ساتھ تفسیری عبارتیں اس کثرت سے کھپادیں کہ ترجمہ کا لطف کھودیا اورمحاورات کی ایسی بھر مار کی کہ اس کو نرالے معنی میں بامحاورہ بنادیا ایسا غیر مسلمان پبلک پادری مرحوم کے ترجمے کو

اس پر برابر ترجیح دیتے رہینگے۔ ہماری یہ صلاح ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ اب کی شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کریں متن سے الگ اور تفسیری عبارت اور حاشیوں سے پاک پامر صاحب کے ترجمہ کے کینڈے پر۔[1]

سرسید کی تفسیر قرآن

سرسید مرحوم نے قرآن شریف کی ایک تفسیر بھی لکھی جو نئی پودھ کی تفسیر کبیر ہے۔ ہم اس کو اصلا تفسیر نہ کہینگے کیونکہ سرسید نے اس میں ہم کو قرآن نہیں سمجھایا بلکہ بعض موجودہ وسائل سے مستفیض ہوکر جوکچھ انہوں نے سمجھا وہی قرآن سے کہلوانا چاہا۔ انہوں نے ایک راہ دکھلادی جس پر اوروں کو چلنا پڑیگا جس بات میں وہ کامیاب ہوئے اس کی پیروی کرنا ہے۔ جس میں انہوں نے ٹھوکر کھائی اس سے بچنا ۔ سرسید نے پندرہ اصول تفسیر قرآن کے بیان کئے ہیں جن میں بعض بہت پکے ہیں اوربعض بہت کچے۔ ان کچے اصولوں کو زمانہ چھانٹتا جائیگا اورپکے اصولوں کی تعداد بڑھتا جائیگا۔ سرسید کی تفسیر مسلمانوں میں مقبول نہیں ہوئی جس کا آدھا الزام انہی لوگوں پر ہے جواب تک دقیانوسی خیالات میں پھنسے ہوئے ہیں۔تحقیق کا مزا انہوں نے پایا نہیں کہ خود کسی بات کو پرکھ سکیں۔ اس کے لئے ابھی مدت درکارہے۔ نہ تو خود حضرت موسیٰ اورنہ وہ بنی اسرائیل جن کو آپ نے مصر کی غلامی سے نکالا ارض مقدس تک پہنچے وہ نسلیں اورتھیں جودودھ اورشہد سے سیر ہوئیں ۔ ایسا ہی صرف آئند نسل سرسید کی اوراس کے جانشینوں کی کوشش سے فائدہ اٹھائیگی۔ پس زمانہ کی بیقدری کا کسی کو اندیشہ نہ کرنا چاہیے قدرمردم بعد معرون۔ کسان زمین میں اپنا قیمتی بیج ڈال کر بظاہر اس کا تلف ہوجانی دیکھتا ہے اورآس نہیں توڑتا۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے نیکی کن وبدریا انداز۔

تین نئے محقق مسلمان اوران کے خیالات

اس زمانہ میں کچھ کتابیں میرے مطالعہ میں آئیں جن میں مجھ کو تحقیق اورحق پرستی کی بوآئی ۔ شاید زمانہ ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے کیونکہ ان کے مصنف لکیر کے فقیر نہیں مگر جس بات نے مجھ کو حیرت میں ڈالا وہ یہ ہے کہ یہ سب ہیں تو پرانے مکتب کے پڑھے ہوئے اچھے خاصے مولوی پر خدا جانے انہوں نے

[1] جن تین ترجموں کا ہم نے ذکر کیا ان میں سے مشتے ازخروارے قرآن شریف کی پہلی پچھلی اورآخر کی چھ آیتوں کا ترجمہ اپنے ناظرین کو بطورنمونہ دکھلادیتے ہیں ۔ (دیکھو ضمیمہ (۱)

شخصی تحقیق کا سبق کہاں سے سیکھا کہ دروغ مصلحت آمیز زبان سے نکالنا خلاف۔ مصلحت جانا۔ جو کچھ انہوں نے کہا بہت کھل کے کہا اس کے نتائج بھگتے اورآئندہ بھگتنے کو تیارہیں۔ یہ اچھے آثار ہیں اور پکار کے بتلار ہے ہیں کہ زمانے کی ہوا مسجدوں کے حجروں تک پہنچ گئی ۔ غلطی سے کوئی بشر پاک نہیں خامی سے یہ بھی خالی نہیں۔ مگر ان لوگوں کے خیالات باوجود باہم از بس متفق اورمختلف ہونے کے میرے اپنے خیالات سے اصولا اس قدر ملتے جلتے نکلے کہ میں جوان پر کوئی یکجاتی مختصر ریویو لکھنے بیٹھ تو وہ بڑھتے بڑھتے اسی سلسلہ میں بجائے خودایک مستقل رسالہ بن گیا جس کا نام مجھ کو تاویل القرآن رکھنا پڑا کیونکہ میری دانست میں جو اصول اس میں بیان ہوگئے وہ اکثر اُمورمیں سرسید کے ونیز اُن صاحبوں کے صریحاً مخالف ہوں مگر وہ واقعی قرآن فہمی کے لئے اشد ضروری ہیں۔

نام نامی اُن صاحبوں کے یہ ہیں : مولوی محمد امام الدین فاتح الکتاب المبین ۔ پنشنر منصف مقیم منٹگمری پنجاب ۔ مولوی شیخ چراغ الدین شہر جموں ریاست کشمیر، مولوی عبداللہ چکرالوی اڈیٹر اشاعتہ القرآن لاہور۔

ان صاحبوں کی تصنیف میں ایک لطافت ،متانت اورآشتی ہے جس سے مناظرین عصر عموماً خالی ہیں۔ پہلے دونو صاحبان ہم کو یہ بتلاتے ہیں کہ قرآن بہت سی کتابوں کے شمول میں ایک کتاب ہے اور صرف انہیں سب کی روشنی میں اس کے مطالب حل ہوسکتے ہیں تیسرے صاحب یہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر میں حدیث کو کوئی دخل نہ دینا چاہیے اورمعنی کہ قرآن زقرآن پرُس وبس ۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ ایک طرف توہم کو یہ سمجھا یا جاتا ہے کہ قرآن کو کدھر رخ کرکے پڑھنا چاہیے اوردوسری طرف یہ کہ قرآن کو کدھر رخ کرکے نہیں پڑھنا چاہیے ہم سیکھ چکے کہ اسلامی نماز کا قبلہ کدھر ہے اب ہم یہ سیکھینگے کہ قرآنی تفسیر کا قبلہ کدھر ہے اورجس طرح خلاف قبلہ نمازمکروہ ہے اسی طرح خلاف۔قبلہ تفسیر مکروہ ہوگی۔ ہم ان تینوں صاحبوں کے مشکوراورمداح ہیں اوران کی پکی باتوں پر صاد کرتے ہیں اوریہ آپس میں بھی ایک دوسرے کی غلطیوں کی اصطلاح اورایک دوسرے کی صداقتوں کی تائید کرتے ہیں اورہم کو یہ خیال کرکے ازحد خوشی ہوتی ہے کہ ان لوگوں کے منہ سے جو سچی باتیں ہم نے سنیں وہ اصولاً بلکہ اکثر لفظۓ بیشتر

سرسید کے منه سے ہم سن چکے اورہم بیساخته که اٹھے اے بادصبا ایں ہمه آوروه تست۔

سرسّید کی تفسیر تورات

سرسّید نے دوجلدوں میں ایک تفسیر لکھی تھی تبئین الکلام فی تفسیر التوارۃ والانجیل علی ملۃ الاسلام یه اب تک بے قدری میں پڑی ہے مگر کبھی نه کبھی اس کے نصیب بھی جاگینگے اورلوگ افسوس کرکے پوچھینگے که یه کیوں الم نشرح نه ہوئی اورکیوں ناتمام رہ گئی ۔ ہے تو وہ برائے نام توریت شریف کے پہلے دس بابوں کی تفسیر جس کے ساتھ پہلی جلد بطور مقدمه کے ہے جس میں یه بتلایا که یہودیوں اورعیسائیوں کی کتب مقدسه کی کیا شان ہے اوران کی بابت سچا قرآنی ایمان کیا اوراس کی دلیل کیا ہے۔ مگردراصل وہ ایک نمونه ہے جس کے کینڈے پر قرآن شریف کی صحیح تفسیر لکھی جانی چاہیے۔

غرضکه جوکچھ اس مرحوم نے کہا ورجو کچھ یه ہمارے اصحاب ثلاثه کہه رہے ہیں اوراب جو کچھ ہم نے کہا اس سب کی صحیح تفسیر قرآن کی داغ بیل سمجھنا چاہیے۔یا دوسرے لفظوں میں تفسیر قرآن ایک بھاری مہم ہے جس کا سرَکرنا کسی ایک کا کام نہیں ۔ اس کے انتظام کے لئے ایک فنڈ کھولا ہے جس سے جو ہوسکے چندہ دے۔ سرسّید ایک بڑی پیشگی ادا کرگئے۔ ان کے بعد اورلوگوں نے بھی کچھ کچھ دیا اب ہم اس کارخیرمیں ایک دام پیش کرتے ہیں ۔ گرقبول افتدزہے عزوشرف۔

عیسائی مسلمانوں کے مددگار

مسلمانوں کو یه سننا ناگوار ہوگاکه اس کام میں سب سے زیادہ ان کا ہاتھ اہل کتاب بٹائینگے ۔ لیکن اگروہ اہل کتاب کے احسانوں کے شکریه میں صرف ان کا اعتراف بھی کرسکیں تو دراصل اس خیال میں کچھ کرنا بھی ناگواری نه رہی۔ ورقه بن نوفل کون تھا جس نے تمہارے نبی کی یاری اورمددگاری ایسے وقت میں کی جب کوئی فریادرس نه تھا۔ نجاشی کون تھا جس نے برُے وقت میں اسلام مظلوم کو اپنے گھر اتارا جب اپنوں اورپرایوں میں کوئی بھی روادارنه تھا که ہماری دیوار کے سائے تلے کھڑا ہو۔ پس اہل کتاب خصوصاً وہ جو انصاراللهه ہوکر نصاری کہلائے تمہارے پرُانے نیازمند نکلے جنکے نیک سلوکوں کی یادگارمیں خود قرآن تم کو ته ابد سناتا رہیگا۔

یعنی مسلمانوں

کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں تم ان کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں پادری اورمشائخ ہیں اورپھر یہ لوگ تکبرنہیں کرتے (مائدہ آیت ۱۱ع آیت ۸۲)۔

نہیں ان کی شان اس سے بھی بالا ہے ۔ تم قرآن فہمی میں ان کی مدد سے کبھی مستغفی نہیں ہوسکتے۔ اگر تم اپنے نبی کی سنت میں چلنا چاہو تو خوب سوچ لو کیا یہ انہیں کو حکم نہیں ہوا تھا

یعنی اوراگر تجھ کو شک ہو اس چیزمیں جو ہم نے تیری طرف تاری توپوچھ لیا کر ان لوگوں سے جو پڑھا کرتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے (سورۃ یونس ۱۰ع آیت ۹۴)۔

اورکیا تم کو بھی یہی حکم نہیں ہوا

یعنی تم پوچھ لیا کرو اہل ذکر یعنی اہل کتاب سے اگر تم کو نہ معلوم ہوا کرے (سورۃ الانبیاء رکوع ۱ آیت ۷)۔

کون ہمارا مخاطب ہے

خاتمہ میں ہم یہ بھی جتادینا مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم ان ورقوں میں کسی پیرنابالغ سے مخاطب نہیں ہوئے جو عمرمیں اور قدوقامت میں توبچہ سے جوان ہوا اورجوان سے بوڑھا مگرمزاج میں اورروحانی ادراک میں بدایوں کا للہا بنارہا ہمارا خطاب اس گروہ سے جو اپنی ذہنی نشوونما اورروحانی زندگی کی روز افزوں ترقی کو نواب محسن الملک قومی لیڈر کے الفاظ ذیل میں بیان کرسکتا ہے جو تقلید کی پلٹن سے نام کٹا کر تحقیق کا والنٹیئر ہوگیا۔ اورجس نے حق پرستی کی راہ میں اپنے رفیقوں کے ساتھ اختلاف رائے رکھنے پر اتفاق کرلیا"۔ میں اپنی زندگی کے پچھلے دنوں پر جب ایک سرسری نظر ڈالتا ہوں تو ایک بہت بڑا سلسلہ ایسے خیالات اوراعتقادات کا پاتا ہوں جن میں نہایت تغیر وتبدل ہوا ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی دیکھتا ہوں جن کو میں اوّل صحیح سمجھتا تھا مگر اب غلط جانتاہوں اوربہت سے خیالات ایسے ہیں جن کو ایک زمانہ میں بُرا جانتا تھا مگر اب اچھا سمجھتا ہوں پھر میں یہ تغیر خیالات کا صرف جزئیات میں نہیں پاتا بلکہ اصول اورکلیات میں بھی ۔۔۔۔ اس لئے جہاں تک میں اپنے دل کو دیکھتا ہوں اسے حق کے قبول پر آمادہ اورآبائی خیالات اوررسم ورواج اورقوم اوربرادری کی پابندی سے آزاد پاتاہوں " دوسرا خط تحریر فی اصول التفسیه)۔ ہرشخص جس نے حق کو

پہچانا اپنی آنکھوں دیکھنا سیکھا اوراس کا تجربہ کرچکا ہے ہم اسی سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں السلام علیک ۔

الف ۔ میم

باب اوّل ۔ القرآن والکتاب

لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین

میں بازنہ آؤنگا جب تک نہ پہنچ لوں دودریاؤں کے ملاپ تک

پہلے مسلمانوں کا ایمان

یا توایک زمانہ تھا کہ سب سے محکم دلیل اہل کتاب کو قرآن کی صداقت پر یہ سنائی جاتی تھی کہ

وہ حق ہے تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جوان کے پاس ہے (بقرہ ۹۱)

اور ان سے فریاد کی جاتی تھی ۔

یعنی اے تم لوگو جن کو کتاب ملی مانو اس کو جو ہم نے اتارا کیونکہ وہ تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے (سورۃ نساء آیت ۴۷)اس وقت مسلمانوں کے لئے قرآن کے ساتھ اہل کتاب یعنی یہودی اورعیسائیوں کی کتابوں پر بھی ایمان لانا واجبات سے ٹھہرا تھا اوربڑی تاکید سے کہا جاتا تھا ۔

اے مسلمانو تم ایمان لاتے ہو ساری الکتاب[1] پر (آل عمران ۱۱۸)

[1]قرآن مصدق بائبل۔ بہت سی غلط فہمیوں کو رفع کردینے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ہم سمجھادیں کہ ایسے مقامات پر قرآن میں جو الکتاب کا لفظ آیا ہے اس سے سوئے بائبل مقدس کےکچھ اور مقصود نہیں ہوسکتا اور صرف غرض سے یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب یعنی بائبل والا کہا کیونکہ صرف انہیں کے پاس بائبل یعنی کتاب آسمانی موجود تھی پس جب کہا گیا ماانزل الیھمه جوکچھ ان پر اترا تو مراد بائبل ہوئی جس طرح ماانزل الیکمه سے مراد قرآن ہوا اوراس آیت میں کہا تومنون بالکتاب کله تم ایمان لاتے ہو ساری الکتاب پر۔ تو اس کا ترجمه یه ہوا که تم کل بائبل پر ایمان لاتے ہو یعنی یہود ونصاریٰ کی ساری کتابوں کو مانتے ہو جو مجموعه بائبل یعنی الکتاب کے نام سے مشہور ہیں ۔ پس سورۃ نساء کی رکوع ۷ میں جوآیت ہے اس کا نہایت درست ترجمه یه ہونا چاہیے" اے تم لوگو جن کو الکتاب (بائبل ملی) ہے مانو اس (قرآن) کو جو ہم نے اتارا یه تصدیق کرتا اس (بائبل) کی جو تمہارے پاس ہے"۔ اس امر کی توضیح میں مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم اہل اسلام کے سب سے بڑے مناظر کی عربی کتاب اظہارالحق مجموعه قسطنطنیه کے صفحه ۳۸، ۳۹ سے ترجمه عبارت نقل کرتاہوں " دربیان کتب عہد عتیق وجدید" مولوی صاحب لکھتے ہیں " اہل کتاب نے ان دوقسموں پر منقسم کیاہے۔ ایك قسم وہ جن کی نسبت دعویٰ ہے کہ وہ ان کو بواسطه انبیاء قبل عیسیٰ پہنچیں۔ دوسری وہ جن کی نسبت دعویٰ ہے کہ وہ الہام سے بعد عیسیٰ کے لکھی گئیں۔ پہلی قسم کی کتابوں کے مجموعه کو عہد عتیق کہتے ہیں۔ دوسری قسم کی کتابوں کےمجموعه کو عہد جدید اوردونوں عہدوں کے مجموعه کو بائبل کہتے ہیں۔ یه لفظ یونانی ہے جس کے معنی ہیں الکتاب ۔ پھر ان دونوں عہدوں میں سے ہرایك دودوقسم پرمنقسم کرتے ہیں۔ پہلی قسم وہ جس کی صحت پر جمہور قدماء مسیحی نے اتفاق کرلیا تھا اوردوسری قسم وہ جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا لیکن عہد عتیق کی قسم اول میں ۳۸ کتابیں ہیں۔۔۔۔ جونزدیك جمہور قدماء مسیحین کے مسلم رہی ہیں اور سامری ان میں سے صرف سات کتابوں کو تسلیم کرتے ہیں۔۔۔۔ لیکن عہد جدید کی قسم اوّل میں ۲۰کتابیں ہیں انجیل ، متی ، انجیل مرقس، ،انجیل لوقا اورانجیل یوحنا اورانہیں چاروں کو اناجیل اربعه کہتے ہیں اورلفظ الانجیل مختص انہیں چاروں کتابوں سے ہے اورکبھی کبھی اس لفظ کا اطلاق مجازاً کل کتب عہد جدید کے مجموعه پر ہوتاہے اوریه لفظ معرب ہے۔اصل میں یونانی انگلیوں ہے۔ جس کے معنی بشارت اورتعلیم ہیں۔ کتاب اعمال الحوارین (پھر ۶ سے ۱۸نمبرتك مقدس پولوس کے ۱۳ خطوط شمارکئے ہیں)۔۔۔۔۔ خط اول پطرس اورخط اول یوحنا به استشنا وچند فقرات ،،مولوی رحمت اللہ صاحب نے دراصل یه مضمون سرسید احمد کی کتاب تبئن الکلام جلد دوم " دیباچه عہد عتیق" سے لیا ہے ۔ چنانچه سید مرحوم فرماتے ہیں " بائبل یونانی لفظ ہے اوراس کے معنی کتاب کے ہیں۔ مگراب یه لفظ ہرایك کتاب پر نہیں بولا جاتا بلکه خاص اس کتاب پر بولا جاتا ہے جس میں خدا کی بھیجی ہوئی وہ وحیاں لکھی گئی ہیں جو انبیاء بنی اسرائیل اورحضرت مسیح اوران کے حواریوں کوپہنچیں" اس کے بعد سید پرانے اورنئے عہد نامه کی تقسیم اوراس کی کتابوں کےنام اورشمار کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں اورلکھتے ہیں "

ہم مسلمانوں کی مذہبی کتابوں میں عہد عتیق کا نام کئی طرح پر آیا ہے ۔ کبھی صرف لفظ الکتاب کا عہد عتیق اورعہد جدید دونو پر بولا گیا ہے جو مطابق ہے لفظ بائبل کے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ بقر آیت ۱۱۳ میں فرماتا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ عیسائی نہیں کچھ راہ پر اورعیسایئوں نے کہا کہ یہودی نہیں کچھ راہ پر اوروہ سب پڑھتے ہیں کتاب

پس واضح ہوگیا کہ لفظ انجیل اوربائبل دونو یونانی لفظ ہیں پہلے کو قرآن میں معرب کر لیا دوسرے کونہیں۔ اس لئے اہل اسلام چوکنا ہوتے ہیں مگران کوجاننا چاہیے کہ قرآن شریف نے اس لفظ کا ٹھیٹ عربی ترجمہ اہل کتاب کی اصطلاح میں الف لام عہد کےساتھ الکتاب کردیا ہے جس کی تعریف اورتفصیل مولوی رحمت اللہ اورسرسید کی زبانی ہم نے سنادی پس جب کبھی قرآن ان کے پاس والی کتاب کی تصدیق کرتا ہے (مصدقاً لما معهمه) توسب سے پہلے اس کی مراد بائبل مقدس ہی سے ہوتی ہے اورجب یہ فرماتا ہے کہ کہ مسلمان ساری الکتاب پرایمان لاتے ہیں تو اس بات کا اقرارکیاکہ مسلمان پوری بائبل پر ایمان لاتے یعنی کتاب پیدائش سے لے کر کتاب مکاشفات تک سب کو مانتے ہیں اس کے کسی ایک ہی حصے کونہیں مانتے۔یہ تو معلوم ہوچکا کہ بائبل شریف یعنی الکتاب دوحصوں پرمنقسم ہے ایک کا نام عہد عتیق ہے جو بواسطہ انبیاء قبل بعثت کلمۃ اللہ نازل ہوا اوریہود صرف اسی کےقائل ہیں اورسامری ان میں سے صرف تورات کی ۵کتابوں کو مانتے ہیں۔ دوسرے حصے کا نام عہد جدید ہے جو بعد ظہورروح اللہ نازل ہوا۔ یہوداس حصے کونہیں مانتے اس کےمنکر ہیں حالانکہ عیسائی دونوں حصوں پر ایمان لاتے ہیں۔ پس یہودیوں اورسامریوں کے اس انکار پر قرآن شریف ان کوالزام دیتا ہے ہ

اورجب ان سے کہا جاتا ہے جو کچھ اللہ نے اتارا اس پرایمان لاؤ تو کہتے ہیں ہم صرف اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوا اوروہ انکارکرتے ہیں اس کے سوائے کا (بقرآیت ۹۱) قرآن کی حجت نہایت معقول ہے کہ جوکچھ خدا نے نازل کیا اس کو ماننا چاہیے وہ قرآن ہو چاہے انجیل چاہے توریت ہوچاہے زبوروہ کہتے تھے ہم توصرف اس کو مانتے ہیں جو ہم پرنازل ہوا۔ سامری زبوراورکتب انبیاء کے منکر تھے۔ یہودی انجیل کے اوردونو قرآن کے اس نامعقول بات کے جواب میں قرآن ان سے کہتا ہے

تو کیا تم

الکتاب کے کچھ حصے کو مانتے ہو اورکچھ حصے کاانکارکرتے ہو۔ جو شخص تم میں ایسا کرے اس کا بدل کیا سوائے اس کے کہ اس دنیامیں اس کورسوائی ہو اور قیامت میں بڑے عذاب کی طرف لوٹا یا جائے (سورۃ بقرآیت ۸۵)اورمسلمانوں کی یہ صفت بیان کی کہ وہ کچھ یہودیوں اورسامریوں کی طرح بائبل شریف کے کسی ایک حصے کو نہیں مانتے بلکہ تو منون بالکتاب کلہ ساری کی ساری کتاب کومانتے ہیں۔ مسلمانوں نے خصوصاً مرزا صاحب کے ہم خیال نےہمارے زمانے میں بالکل یہود کی روش اختیارکرلی ہے اوراب یہی سخن ان کا ہے نومن بما انزل علینا ویکفرون بماوارء ہم صرف قرآن پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوا اوربرملا کفر بکتے ہیں توریت اورانجیل کے حق میں جو اس کے علاوہ ہیں مگر ان کو خوب یاد رکھنا چاہیے فما جزاء من یفعل ذالک منکمہ ۔

اوران کو حکم ہوتا تھا کہ دل کے ایمان کے ساتھ علانیہ زبان سے اقرار بھی کریں

اے یہودیوں اورعیسائیوں ہم قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ہم پراترا اوراُن کتابوں پربھی جو تم پر اتریں اور ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے(عنکبوت آیت ۴۶)۔ تلك امۃ قد خلت لھا ماکسبت وہ امت توگذرگئی اس کا تھا جو اس نے کمایا۔

پچھلے مسلمانوں کا ایمان

یاایک ہمارا زمانہ ہے کہ قرآن کی صداقت پر اہل کتاب کو یہ الٹی دلیل سنائی جاتی ہے کہ قرآن اُن کتابوں کی تکذیب اورتردید کرتا ہے اوران کو جوئے اورشراب کی طرح حرام قراردیتا ہے حتیٰ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ جرات ہوئی کہ مسلمانوں کے عظیم الشان امام ہونے کا دعویٰ کرکے آپ نے مولوی امام الدین صاحب کو یہ لکھ دیا " سچ تو یہ ہے کہ انجیل اورتوریت کی حالت نسبت یہ آیت نہایت موزوں معلوم ہوتی ہے واثمھما اکبر من نفعھما" ان کی برائی ان کے نفع سے زیادہ بڑی ہے۔ اورآپ کے رسالہ وافع البلامطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ء کے آخر میں آپ ہی کے تازہ الہامات سے یہ ہفوات بھی ہیں" ہمارا ایمان ہے کہ یہ سب کتابیں انجیل توریت قرآن شریف کے مقابل پر کچھ نہیں ہیں اورناقص اور محرف اورمبدل ہیں"۔ انجیل ایک مرُدہ اورناتمام کلام ہے"۔ اگریہی آپ کا ایمان ہے تو قرآن شریف فرماتا ہے

تو کہہ دے براُ کچھ سکھاتا ہے ایمان تمہارا تم کو اگر تم ہی ایمان دار ہو(سورہ بقرآیت ۹۳) مگرجب آپ یہ فرماتے ہیں " کہ ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن شریف نے یہ کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ انجیل یا توریت سے صلح کریگا بلکہ ان کتابوں کو محرف مبدل اورناقص ناتمام قراردیا ہے " تو ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ مایکون لنا ان شکلمہ بھذا۔ نہ تم نے قرآن کو سمجھا نہ انجیل یا توریت کوراوریہ بھی تمہاری بدشعوری ہے اورجہالت جوتم نے کہاکہ " ہمارا عیسائیوں۔

عیسائیوں اورمسلمانوں کا جواب

سے مذہبی رنگ میں کچھ بھی ملاپ نہیں بلکہ ہمارا جواب ان لوگوں کو یہی قل یا ایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ۔بھلا بتاؤ کب کسی عیسائی نے تم سے ملاپ ڈھونڈھا۔ کیا ان کو نہیں معلوم کہ مسیح کی بلیعال سے کوئی موافقت نہیں اوراگر تم اسلام اورقرآن کی طرف سے بولتے ہو تو تمہارا سخن لغو ہے قرآن اورضروراہل کتاب

سے ملاپ کرتا ہے اور کہتا ہے۔

آؤیہوداورعیسائیوآؤ ایسی بات کی طرف جوتمہارے اورہمارے درمیان یکسا ں ہے (سورہ آل عمران آیت ۶۴) اورپھر بڑی تاکید سے اقرارکرتا ہے کہ الھناد والھکمه واحد ہمارا خدا اورتمہارا خدا ایک ہی ہے جب قرآن واقعی مصدق کتب سابقہ سمجھا جاتا تھا توکھرے اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی تھے جن کی شان میں کہا گیا تھا ان من اھل کتاب فمن یومن باللهہ وما انزل الیکمه وما انزل الیھمه خاشعین اللهہ۔ اہل کتاب میں بے شک کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اوراس پر جو تم پر اترا اوراُس پر جوان پر اترا خدا سے ڈرتے ہیں (آل عمران ع ۲۰) لیکن اب جوقرآن کو مکذب کتب سابقہ قرار دیا توجیسا واجب تھا اہل کتاب نے اس کو جھوٹا اورمردہ کہا کیونکہ جو تصدیق کا دعویٰ کرکے تکذیب کرے اس سے زیادہ جھوٹا کون ہوسکتا ہے۔

پھر بھی جو لوگ عوام کی اس جہالت وبطالت میں مبتلا نہ ہوئے اورتحقیق سے کام لیتے رہے ان کا مرتبہ کچھ اورہی رہا خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ عیسائی۔

عیسائی قرآن کے مداح

عیسائیوں میں ایسے لوگ ہمیشہ موجود رہے جن کی شان میں یہ صادق آیا

وہ لوگ جن کو ہم نے الکتاب دی اس کو اپنے بیٹوں کی طرح جانتے ہیں (سورہ بقرہ آیت ۱۴۶) اوراس وقت بھی ایسے لوگ کم نہیں جن کی تعریف میں فرمایا

Śجن لوگوں کو ہم نے الکتاب دی وہ خوش ہوتے ہیں جو اس سے اتارا گیا تجھ پر (رعد آیت ۳۶) چنانچہ شاہ مصر وروم میں خرسطفورس جبارہ دمشقی ایک مشہورعالم ہیں جنہوں نے کئی کتابیں رفاق الاریان فی التوارۃ ولانجیل ولقرآن پر عربی زبان میں لکھ کر شائع کی وہ ان سب کتابوں کو دین میں متحد اورمتفق سمجھتے ہیں۔

مسلمان بائبل کے معتقد

مسلمانوں میں بھی ایسے محقق نایاب نہیں جو قرآن کے ساتھ کتب سابقہ پربھی زبانی نہیں بلکہ جنانی ایمان لاتے ان کو حق سمجھتے اوران پر عمل واجب بتلاتے ہیں۔ چنانچہ سرسید احمد مرحوم جو چاردانگ عالم میں مشہورہیں اس مضمون پر دو جلدیں

تبئین الکلام کی لکھ کرتمام جہان کے مولویوں کی معقول تردید کرگئے جوبکا کرتے تھے کہ عیسائیوں اوریہودیوں کی دینی کتابیں محرف ہیں اورناقابل اعتبارجن کے ایمان سے کسی مسلمان کو سروکارنہیں۔

مولوی محمد امام الدین

اسی طرح مولوی محمد امام الدین نے اپنے رسالہ مسلمات دین کے شروع ہی میں فرماتے ہیں ۔ " محض کلام منزل من اللہ مندرجہ تورات مقدس مشتملبر کتاب پیدائش وخروج واحبار وعددمثانی (یعنی استشناء) ونیز مندرجہ انجیل ومکاشفات یوحنا وقرآن عربی ودیگر صحف انبیاء کی واجب الاتباع ہے۔ اور سوائے کلام منزل من اللہ کےکوئی بھی کلام کسی غیراللہ کی واجب الاتباع نہیں ہے اگرچہ وہ غیراللہ رسول ہی کیوں نہ ہو اورکلام غیراللہ کی مثلاً سنت الرسول غیرالقرآن بلکہ غیراللہ کے کلام کا اتباع ممنوع ہے۔ اوراس سبب سے اس کے اتباع سے کفراورشرک لازم آتاہے"۔ مولوی صاحب ان خیالات کو اپنے رسالوں " خط وکتابت بامرزا غلام احمد قادیانی " اور تقریر جلسہ اعظم مذاہب " میں مدلل کرچکےہیں۔

شیخ چراغ الدین

اور رسالہ منارۃ المسیح میں مولوی شیخ چراغ الدین صاحب جموی نے بھی گویا خرسطفورس جبارہ کے ہم آواز مسلمانوں کے درمیان اسی کلمۃ الحق پرگواہی دی ہے ان مولوی صاحب کا حال عجیب وغریب ہے یہ کسی زمانہ میں قادیانی گروہ کے درمیان پھنس گئے تھے جن کا پیرو دستگیر قرآن شریف کی تکذیب میں اہل کتاب اوران کے رسولوں اورکتابوں کی ہتک حرمت کرنا گویا اپنا خاص مشن سمجھا جاتا ہے مگر نہ معلوم کس تائید غیبی نے مولوی صاحب ممدوح کواس ضلالت سے بچالیا اوران کے اوپر یہ لطیفہ صادق آیا۔ ازلقمان پر سید ندادب ازکہ آموختی گفت ازبے ادباں۔ مولوی صاحب یہ فرمانے لگے کہ اہل کتاب کے رسولوں اوران کی کتابوں کی عزت کرنا میں نے قادیانی گروہ سے سیکھا جوان کی بے حرمتی اپنا اکل وشرب سمجھے ہوئے تھے ۔آپ اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ میں فرماتے ہیں" لیکن بایں ہمہ اہل قرآن بھی کتب مقدسہ کے درس سے مستغنی نہیں کیونکہ ہرسہ کتب الہٰیہ معہ دیگر صحف انبیاء ایک دوسرے کے لئے بطوراعضا ہیں اورظاہر ہے کہ جس شخص کے اکثراعضا کٹ جاویں وہ بیکاراورنکما ہوجاتاہے ۔

سو ایسا ہی ان لوگوں کا حال ہے جو قرآن شریف کے ساتھ کتب مقدسہ کے درس کو معیوب اورمطعون خیال کرتے اوران کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ (۱) بلاشبہ کتب مقدسہ قرآن شریف کی موید مصدق اوربعض حاص خاص امورمیں مفسر ہیں بلکہ جب قرآن شریف کے ساتھ تورات وانجیل و دیگر کتب مقدسہ پر نظر ڈالی جاتی اوربعض کی تصدیق بعض سے ظاہر ہوتی تو اس صورت میں خدا تعالیٰ کی ہستی اوراس کی وحدانیت اور سلسلہ نبوت کی صداقت اور خدا تعالیٰ کے عجائب غرائب کا م اور معجزات کی بابت ایک حیرت انگیزایمان پیدا ہوتا ہے اورتمام شکوک وشبہات کی تاریکی بیخ وبنیاد سے اکھڑجاتی ہے۔ کیونکہ جب یہ تمام کتابیں تورات سے قرآن تک یک زبان ہوکر خدا تعالیٰ کی ہستی اوروحدانیت وسلسلہ نبوت کی صداقت وانبیاء علیہم السلام کی اطاعت ومخالفت کے نتائج کی بابت پوری پوری شہادت ادا کرتی ہیں تو اس صورت میں انسان کا ایمان حق الیقین تک پہنچ جاتا ہے اورمعتقدات کی بابت ایک کامل ذخیرہ عرفان ہاتھ آتا ہے لہذاہر ایک طالب حق کو اپنی عرفانی طاقت کو بڑھانے کے لئے قرآن شریف کے ساتھ کتب مقدسہ کا درس ایک کافی اورکامل ذریعہ ہے کیونکہ انسانی طبائع کا کلی اُصول ہے کہ وہ ایمان وایقان کے لئے کثرت شہادت کا محتاج رہتا ہے چنانچہ اس وجہ سے قرآن شریف کے اکثر مقامات میں فاسئلوا اھل الذکران کنتمہ لا تعلمون کا ارشاد وارد ہے یعنی جس صداقت بابت تم کو شک ہو اہل کتاب سے اپنا شک رفع کرالو۔ پس جب رفع شکوک کے لئے اہل کتاب سے دریافت کرنے کا حکم ہے تو اس صورت میں کتب مقدسہ کے درس سے اپنی معلوم مات کو بڑھانا کس قدرضروری ہے(۲)قرآن شریف پہلی کتابوں اوررسولوں پر ایمان لانے اوران کی تعظیم وتکریم کرنے کا حکم دیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ پس جب ان کتب مقدسہ پر ایمان لانے کاحکم ہے تو ان کادرس کیونکر معیوب ہوا کیونکہ جب قرآن شریف اورکتب مقدسہ پر ایمان لانے کاحکم مساوی ہے تو یہ کہاں سے نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ قرآن کا درس باعث ثواب اورکتب مقدسہ کا موجب عذاب ہے بلکہ اس سے تویہ نتیجہ نکلتا ہے کہ باتباع ایمان جیسا قرآن کریم کا پڑھنا اوراس پر عمل کرنا موجب نجات ہے ایسا ہی کتب مقدسہ کادرس بھی باعث ثواب ہے ۔۔۔۔" شکر کی بات ہے کہ لوگوں کے ذہن دوبارہ منور ہوچلے اورمسلمان اورعیسائی پھر آپس میں مصاحفہ کرنے کو تیارنظرآتے ہیں۔ مسلمان اگر ایسا کریں تو وہ اپنے

ایمان کو ازسرِنو زندہ کرتے اوراپنی عاقبت سدھارتے ہیں اوراس کی وجہ سے قرآن فہمی میں ان کی بہت سی مشکلیں حل ہوجائینگی جو بغیر اس ایمان کے حل نہیں سکتی تھیں۔ عیسائی اگرایسا کریں تو یہ ان کی حق پرستی ہے وہ گویا اپنی پورانی دوستی کو تازہ کرتے اوراپنے تصدیق کرنے والے اپنے مداح کے ساتھ خوش خلقی کا سلوک کرکے تواضع کی راہ پر قدم مارتے ہیں۔ ہاں وہ تو اپنے فرزند کو پہچانتے ہیں اورگویا دوڑ کے اس کوگلے لگاتے اورچومتے ہیں اوران روٹھے بھائیوں کوسمجھاتے ہیں کہ تم کو خوش وخرم ہونالازم ہے کیونکہ تمہارا یہ بھائی موا تھا اب جیا ہے کھوگیا تھا اورملا ہے۔

باب دوم

اُصول تفسیرِقرآن

تم کتاب مقدس میں ڈھونڈھتے ہو کیونکر سمجھتے ہو کہ اس میں ہمیشہ کی زندگی تمہیں ملتی ہے۔(یوحنا ۵: ۳۹)۔

روحانی باتوں کا روحانی باتوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ (خط اول بنام اہل کرنتھ ۲: ۱۳)۔

پرانے زمانہ کے راسخ الاعتقاد مسلمان جو گذرے اُن کا اصول تفسیر قرآن یہ تھا کہ جہاں معنی قرآن سمجھنے میں روڑا اٹکے فوراً حدیث کا سہارا لو وہ گویا قرآن کو متن سمجھتے تھے اورحدیث کو اس کی شرح اورجوجو غلط فہمیاں اورکج بختیاں ان سے سرزد ہوئیں ان کا مختصرالفاظ میں بس وہی نتیجہ ہے جو سرسید نے بتایا کہ تفاسیر " محض فضول اورمملو بروایات ضعیف اور موضوع اور قصص بے سروپا" ہوگئیں اورہمارے زمانہ میں جو لوگ اہل حدیث کے نام سے مشہورہوئے وہ اسی فن کے استاد ہیں۔ مولوی عبد اللہ صاحب چکرالوی جنہوں نے اہل حدیث کے مد مقابل فرقہ اہل قرآن کی بنیاد ڈالی اس کی تہ تک پہنچ اوراپنے حریفوں کے

طریق عمل پریوں قلم فرسا ہیں" اہل حدیث کا اعتقاد ہے کہ رسول اللہ پر دوطرح کی وحی آتی تھی ایک وحی جلی یا متلو دوسری وحی خفی یا غیر متلو۔ وحی جلی سے مراد قرآن مجید ہے اور وحی خفی سے حدیث رسول ۔ اوریہ بھی ان کااعتقاد ہے کہ قرآن مجید میں جس قدراحکام بیان ہوئے ہیں وہ سب مجمل ہیں۔ وحی خفی میں ان کی تفصیل وشرح کی گئی ہے اوراگریہ تفصیل وتشریح نہ ہوتی۔ تو قرآن مجید کے کسی حکم پربھی عمل کرنا ممکن نہ تھا۔ اورصدہا مسائل ایسے ہیں جن کا قرآن مجید میں مطلق ذکر نہیں ہواو ہ صرف وحی خفی کے ذریعے حدیث رسول میں بیان ہوئے ہیں "۔ رسالہ اشاعت القرآن بجواب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی صفحہ ۳۶۔

اہل قرآن کہتے ہیں۔ع

معنی قرآن زقرآن پرُس وبس

اورمولوی عبداللہ صاحب کوئی تفسیر لکھ رہے ہیں جس کا نام ہے تفسیر القرآن بآیات الفرقان۔ یہ اصول دراصل ایک عقلی اصول ہے اورعلم ِتفسیر کی بنیاد جوہر ایک کتاب کے معنی حل کرنے میں رہنمائی کرتا ہے اہل حدیث نے جو کچھ کہا وہ بھی ایک حد تک حق ہے قرآن کو انہوں نے ایسا مجمل اورکٹھن پایا کہ وہ اس کے معنی سمجھنے میں بالکل عاجز رہے اوراپنی حل مشکلات کا ایک یہی ذریعہ ان کو سمجھائی دیاکہ حدیث کی طرف رجوع کریں۔

احادیث کی بے اعتباری

اہل قرآن نے حدیث کی طرف جونگاہ کی تو اس کو ایک وسیع جنگل پایا جو ہر طرف خس وخاشاک سے اٹا ہوا ہے جس کا طے کرنا امر محال تھا ۔ حدیثیں ہیں پشتارہ کی پشتارہ سرے سے آخر تک نرا بکھیڑا جتنے متنہ اتنی باتیں نہ راوی کا ٹھکانہ نہ روایت کا آخر کار بچارے اہل قرآن کو یہ کہنا پڑا حدیثوں کی طرف نظر دوڑائیں تو بے شک وہ ان میں بہت بڑا زمین وآسمان کا اختلاف پائینگے یہی نہیں کہ ایک فرقہ کی حدیثیں دوسرے فرقہ سے مخالف ہیں بلکہ ایک ہی فرقہ کی حدیثیں اسی فرقہ کی اورحدیثوں سے مخالف بلکہ ہر کتاب مثلاً بخاری ،مسلم، ترمذی ، ابوداؤد وغیرہ صحاح ستہ وصحاح اربعہ میں جس کتاب کودیکھو اسی کتاب میں طرح طرح کا سخت تخالف وتناقض پایا جائیگا۔ رسالہ ترک افتراصفحہ ۱۹۔

بھلا پچھلے لوگوں کا کیا اعتبار۔ جب اگلے ہی لوگ اعتبار کے قابل نہ تھے۔ نواب محسن الملک لکھتے ہیں" محب طبری نے ریاض النصرت میں اورملاُ علی متقی نے کنزالعمال میں اور حافظ

عمادالدین نے مسند صدیق میں بروایت حاکم ابوعبداللہ نیشا پوری کے حضرت عائشہ کی روایت میں یہ لکھا ہے کہ میرے والد یعنی ابوبکر صدیق نے پانچ سو حدیثیں پیغمبر خدا کی جمع کی تھیں۔ پس ایک شب وہ نہایت بے چین ہوئے اورحد سے زیادہ مغموم۔ میں نے پوچھا کہ پریشانی کا سبب کیا ہے۔ توآپ نے کہا کہ وہ حدیثیں جو میں نے جمع کی تھیں لے آ۔ جب میں لے گئی توآگ منگا کر انہیں جلادیا۔ جب میں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا مجھے اندیشہ ہے کہ شاید میں مرجاؤں اوریہ حدیثیں میرے پاس رہ جاویں اورشاید میں نے اعتباراُن آدمیوں کا روایت میں کیا ہوجودرحقیقت لائق اعتبارنہ ہوں اوروثوق اُن باتوں کا کرلیا ہوجودراصل صحیح نہ ہوں"۔ تہذیب الاخلاق جلد اوّل صفحہ ۳۳۸، ۳۳۹۔

اورسنن ابوداؤد کتاب العلم میں روایت ہے کہ رخل زید بن ثابت علی معاویۃ فسالہ عن حدیث فامر انساناً یکتبہ فقال لہ زید ان رسول امرنا ان لا نکتب شئیا من حدیثہ فحاہ۔ یعنی زید بن ثابت معاویہ کے پاس آئے اوران سے ایک حدیث پوچھی۔ انہوں نے کسی کو حکم دیا تھاکہ ہم آپ کی حدیث میں سے کوئی بات نہ لکھیں اورپھر جو لکھا تھا اس کو مٹادیا۔ پس جب خودآنحضرت نے اپنی حدیث کی یہ مخالفت کی اوراس پر یہ تاکید کی اورجب حضرت ابوبکر اپنے ہم عصر راویوں کی ثقافت نہ جانچ سکے اور لکھے کو مٹادیا توان پچھلے لوگوں کی زبردستی کا کیا ٹھکانا۔ امام شافعی سے بڑھ کر کون حدیثوں کی جانچ پڑتال کریگا وہی فرمائے گئے کہ " ارباب معرفت کے نزدیک صحیح حدیثیں کم ہیں۔ کیونکہ ابوبکر صدیق نے جو حدیثیں رسول اللہ سے روایت کیں ان کی تعداد ستر سے زیادہ نہیں ہے۔ عمر بن الخطاب باوجود اس کے کہ رسول اللہ کے بعد مدت تک زندہ رہے ان کی روایت سے پچاس حدیثیں بھی ثابت نہیں۔ حضرت عثمان کا بھی یہی حال ہے ۔ حضرت علی ۔۔۔۔سے بھی کم حدیثیں مروی ہیں۔۔۔۔۔۔ اورصحابہ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ لیکن اہل معرفت کے نزدیک وہ تمام روائتیں صحیح سند سے ثابت نہیں "۔ سیرۃ النعمان مولوی شبلی صفحہ ۱۵۷۔

یہی تو وجہ ہے کہ جولوگ فن حدیث کے امام ہیں انہیں کے درمیان عضب کا اختلاف ہے۔ ایک دوسرے کو جھٹلارہا ہے۔ علم رجال بس ایک بھول بھلیاں ہے ۔ دارمدارحسن ظن پر ہے۔ ثقہ راوی کو مجروح کردینا مجروح کو ثقہ بنادینا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے ۔ تمام جھوٹی حدیثیں ثقہ اور پارسا لوگوں کی وضع کی ہوئی ہیں پس جو

شخص تحقیق سے اس بحث میں کام لیگا اس کو ماننا پڑیگا کہ ایمانی امورمیں احادیث سے بڑھ کر کوئی شے بے اعتبار نہیں۔ درایت کا اصول بڑے احتیاط سے اس میدان میں لڑانا چاہیے اوریہ کیفیت دیکھ کر کوئی تعجب نہیں آتا جو اہل قرآن نے حدیث سے پیچھا چھڑاکر صرف قرآن کو اسلام کی سند مان لیا۔

قرآن کی تفسیر قرآن ہے

مولوی عبداللہ صاحب لکھتے ہیں " تمام قرآن مجید کو شروع بسم اللہ کی ب سے لیکر والناس کے س تک چھان ڈالو تمہیں ایک حرف ایسا نہ ملیگا جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول کریم پر دو طرح کی وحی آتی تھی " رسول اللہ پر صرف قرآن مجید ہی نازل ہوتا تھا۔ کوئی اور چیز نازل نہیں ہوتی تھی اورنہ ہی کسی اور چیز کی حاجت وضرورت تھی پس دین میں خدا تعالیٰ نے کونسی کسر چھوڑدی تھی جس کو صحابہ وتابعین نے پورا کیا۔ اشاعتہ القرآن صفحہ ۳۸، ۵۲۔

اپنے اس قول پر مولوی صاحب اس آیت کو سند میں لاتے ہیں ۔

(سورہ حج آیت ۵۲) اورجو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یانبی سوجب لگا خیال باندھنے شیطان نے ملادیا اس کے خیال میں۔

اورفرماتے ہیں " اس کا یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ کی زبان مبارک سے دین کے متعلق یا قرآن شریف نکلتا تھا اوریا سہواً اپنے خیالات وقیاسات جن میں القاء شیطانی موجود ہوتا تھا۔ جن کو خدا تعالیٰ نے منسوخ ومذکورفی القرآن کرکے آپ کی ان سے بریت کردی ۔ " اشاعت القرآن صفحہ ۴۳، ۴۴، ۴۵۔

پس مولوی صاحب کا اصول دراصل یہ ہواکہ کلام اللہ کی تفسیر صرف کلام اللہ سے کرنا چاہیے اس میں کلام بشر سے مدد لینا ضلالت ہے۔

قرآن کا مصنف

ہم اس کے متعلق ایک عام فہم بات عرض کرتے ہیں ۔ تم نے یہ مان لیا کہ قرآن خدا کاکلام ہے آنحضرت کا کلام نہیں۔ اگرآنحضرت کا کلام ہوتا تو پھر اس کا سمجھنے والا آنحضرت سے بہتر کوئی نہ تھا کیونکہ یہ تو ان کا ما فی الضمیر ہوتا۔ لیکن جب وہ خدا کاکلام ٹھہرا تو اس کے سمجھنے میں آنحضرت کی کوئی خصوصیت نہ رہی بلکہ یہ ماننا پڑا کہ حضرت کی عقل بھی اس کی فہمید میں ویسی ہی قاصر

ہوسکتی تھی جیسی کسی اوربشر کی ۔ اورممکن ہے کہ وہ بھی کسی بات کو بالکل نہ سمجھیں بالکل غلط سمجھیں اوراب جو مولوی عبداللہ صاحب نے یہ نص صریح سمجھادیا کہ حضرت کے بعض خیالات وقیاسات میں القا شیطانی موجود تھا۔ تو بلاشبہ روشن ہوگیا کہ جو لوگ قرآن فہمی میں حدیث یعنی اقوال وافعال نبی کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ ضلال مبین میں ہیں۔ دنیا میں اگر ہم کسی مصنف کا مطلب دریافت کرنا چاہیں تو ہم کیا کرتے ہیں۔ اس کی تصنیفات کو جہاں تک ہم پہنچ سکیں جمع کرکے مطالعہ کرتے اورپھر مختلف اجزا کا باہم مقابلہ کرکے معنوں میں یگانگت اوراتحاد ڈھونڈتے ہیں اورتب اس کے اصلی مطلب تک پہنچنے کی راہ پاتے ہیں۔

اسی طرح قرآن کا دعوےٰ ہے کہ میں اللہ کی تصنیف ہوں۔ وہ خدا کی اکیلی تصنیف نہیں بلکہ بہت سی تصنیفوں میں سے ایک ہے پس جو شخص صرف قرآن سے قرآن کا مطلب سمجھنا چاہے وہ گویا ایک جُز کو لے کرکل پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ اگرہم یہ سلوک کسی دنیاوی عالم کے ساتھ کریں کہ اس کا ایک رسالہ ہاتھ میں لے کر اوردوسرے مصنفات کو چھوڑکراس کا مطلب بیان کرنے لگیں وہ ہمارا بڑا شاکی ہوگا۔ پس کیوں قرآن کا مطلب سمجھنے کے لئے خدا کی اورتصنیفوں کا مطالعہ نہ کریں۔

قرآن نے اپنی تفسیر کا اُصول خود بتلادیا

اہل حدیث کی جو غلطی تھی اس کو تو مولوی عبداللہ صاحب نے مبرہن کردیا اب اہل قرآن کی جو غلطی ہے اس کی اصلاح ہم کرتے ہیں۔ ہم نے اصول بیان کیا وہ ایک عام عقلی اصول ہے جوہر کتاب کا مطلب دریافت کرنے میں چلتا ہے۔ سرسید مفت کتب اصول تفسیر میں ایسے اصول کھوجتے رہے" جن کا ماخذ خود قرآن مجید یا کوئی اورایسا ہو"۔ اورہمارے ناظرین کو یہ معلوم کرکے بڑی مسرت ہوگی کہ خودقرآن شریف نے اپنی تفسیر کا اصول بس اسی کو بتلادیا ہے اوراسی کو آنحضرت کو سمجھایا تھا۔

یعنی اوراگر اے محمد تجھ کو شک ہو اس چیز میں جو ہم نے تیری طرف اتاری تو پوچھ لیا کر ان لوگوں سے جو پڑھا کرتے ہیں الکتاب کو تجھ سے پہلے (سورہ یونس آیت ۹۴) اورپھر اگلے رسولوں کا تذکرہ کرکے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ۔ پس انہی کی ہدایت کی پیروی

کر(انعام آیت ۹۰)پس جب خود نبی کو جو قرآن لایا حکم ہوا کہ جب قرآن میں تجھ کو کوئی شک پیش آئے توان لوگوں سے پوچھا کر جو الکتاب یعنی بائبل پڑھتے ہیں جو خدا کی پہلی تصنیفات کا مجموعہ ہے اورجب اس سے کہا گیا کہ جوہدایت ہمارے پاس سے لگے انبیاء لائے اس ہدایت کی توبھی پیروی کر توپھر ماوشما کہاں رہے کہ وہ اہل کتاب سے اوران کی الکتاب سے مستغنی ہوجائیں جب خود نبی قرآن کی مشکلات کو قرآن سے حل نہ کرسکا بلکہ اہل کتاب سے پوچھنا پڑا تومولوی عبداللہ کیونکر قرآن کی ساری تفسیر قرآن ہی سے کرلینگے جو حکم آنحضرت کو تھاکہ مشکل کے وقت اہل کتاب سے استفسارکرو وہی حکم جیسا قرین انصاف تھا سب کو ہے۔

تم پوچھ لیا کرو اہل ذکر یعنی

الکتاب سے اگرتم کو نہ معلوم ہوا کرے (سورہ نحل آیت ۴۳ وانبیاء ع ۱آیت ۷) اب اگرہم قرآن کی اس کنجی کو کھودیں اوراس کی بجائے اپنی اختراعی کیلوں اورتیلیوں سے کام نکالیں اورقرآن کی کسی مشکل آیت کے معنی سمجھنے کے لئے کبھی توکسی غیرمتعلق آیت سے کبھی کسی حدیث رسول سے اورکبھی کسی حدیث صحابہ سے مدد لیں تولاکلام ہم ناکام رہینگے۔

حرمت حمار

اب ہم مثال کے طورپر مولوی عبداللہ صاحب کی غلطی دکھلاتے ہیں انہوں نے دعویٰ کیاکہ ہم قرآن کی تفسیر قرآن سے کردینگے۔ لوگوں نے کہا تم حرمت حمارپر کوئی سند دکھلا دومولوی صاحب کو سخن پروری کرنا پڑی آپ نے قرآن کو شکنجہ میں کھینچا آیات کو مروڑمروڑکر معنی بگاڑے اورگدھے کے حرام ہونے پر یہ دلیل سنائی " جو چیز رجس ہو یا فسق طعام کے بارے میں وہی چیز حرام ہے اورمطلق آیت

(سورۃ الجمہ آیت ۵) کے گدھا بھی رجس میں داخل ہے کیونکہ مکذبین کتاب اللہ کو اس کے ساتھ تمثیل دی گئی ہے اگرچہ حرمت کا لفظ اس کے لئے نہیں آیا جیسا شراب اورجوئے کے لئے بھی نہیں آیا۔لیکن حرمت۔بئیس،رجس من عمل الشیطان اس قسم کے الفاظ آپس میں مترادف ہوتی ہے "اشاعتہ القرآن صفحہ ۳۲ " یہ ایسا لطیف استنباط ہے کہ اگرہم اس پرکچھ اورلکھیں تو لطف جاتارہا ہے مگر ہم مولوی صاحب کی خدمت میں ادب سے گذارش کرتے ہیں کہ آیت میں گدھے کو نہیں بلکہ اس مثل کو

بئس کہا کہ گدھے کی پشت پر کتابیں اگر خواہ مخواہ گدھے کو بئس کہ جاوے توپھرگدھا حرام نہ ہوا۔ بلکہ صرف وہی جس کی کمر پر یہود کی کتابیں لدتی ہوں اورپھر یہی دو اعتراض اس پروارد ہوتے ہیں ایک تاریخی یعنی یہ کہ آیت مدینہ میں نازل ہوچکی تھی ۔ مگر مسلمان برابر گدھا کھاتے رہے اور فتح خیبر کے دن تک گدھے کا گوشت ہانڈیوں میں پکایا گیا اور صرف اس وقت متعتہ النسا کے ساتھ گدھا کھانے کی بھی ممانعت ہوئی ۔

دوسرا عمل یعنی یہ کہ اگر گدھا رجس اورپلید ہے تو گدھے کا کھانا درکناراس پر چڑھنا اس کو چھونا اس کو گھر میں باندھنا سب حرام ہوا مولوی صاحب نے محض اپنی تفسیر میں ایک باب بڑھانے کی غرض سے گدھے پر یہ ظلم روا رکھا اوربھول گئے ۔ ع چوں بارہے بروعزیز است ورنہ اگر بحکم

اس مشکل کا حل کسی اہل کتاب سے چاہتے تو وہ بہت آسانی سے سمجھا دیتا کہ حرمت حمارکا مسئلہ قرآن کے اندرنہیں۔ اس کی حرمت توریت شریف سے ثابت ہے دیکھو(احبارباب ۱۱۔ اور مثانی باب ۱۴) جب توریت کلام اللہ ہوا اورقرآن اس کی تصدیق میں رطب اللہسان تو گدھا بھی حرام ہوا۔دیکھو کیسی برجستہ دلیل ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ حرمت حمار ایک اختلافی مسئلہ بھی قرار دیدیا جاوے اورکلام اللہ کی بناء پر کوئی شخص اسلام میں گدھے کو حرام نہ مانے اوریہ بحث کرے کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے (سورۃ النساء آیت ۱۶۰) یعنی یہودیوں کی شرارت کی وجہ سے ہم نے ان پر بعض پاک چیزیں بھی حرام کردی ہیں۔

اور خدا کے دوسرے رسول عیسیٰ کلمۃ اللہ نے یہود سے فرمایا تھا۔ (سورۃآل عمران آیت ۵۰) یعنی میں تم پر بعض چیزیں حلال کرتا ہوں جو تم پر حرام کردی گئی ہیں ۔

پس جب خدا نے اس طرح دائرہ حرمت کو تنگ کرکے حلت کو وسعت دی تو بہت سی چیزیں مثل چربی اونٹ وغیرہ کوجوپہلے حرام تھیں حلال ہوگئیں اورانہیں کےساتھ گدھا اور گھوڑا بھی ہے۔سوربھی شریعت عیسوی میں حرام نہیں نہ شراب لیکن شریعت اسلام میں دونو حرام ہیں اورجب یہ حکم گدھے کی نسبت نہ ہوا تو وہ حلال ہے ۔ جیسے شریعت عیسوی میں اورحضرت ابن عباس بھی گدھے کو حرام نہیں کہتے اورامام مالك اس کو صرف

مکروہ تزیہی بتلاتےہیں۔ پھر اگر گدھے کی حلت یا حرمت میں اختلاف ہو تو یہ کوئی دقت کی بات نہیں اسلام کے اندر فرقوں کے درمیان ایسے سینکڑوں اختلاف ہیں ان میں ایک اختلاف یہ بھی رہا بہرحال خدا کے کلام کی تفسیر میں خدا کے کلام کی مدد ڈھونڈھنا اس سے بہتر ہے کہ ہم انسانوں کے دروازوں پر بھیک مانگتے پھریں اوراس کے مقدس کلام کی جو نوراورہدایت ہے ورائے ظہور پھینک دیں۔

مولوی محمد امام الدین فاتح الکتاب المبین نے جو اپنی آزادی رائے اوروسعت معلومات دین اسلام میں فرد ہیں جنہوں نے قرآن شریف کی حقیقت کوبھی دریافت کرلیا اوراس کے رشتہ کوبھی جواس کو شرائع سابقہ اورکتب انبیاء پیشین کے ساتھ ہے اس اصول تفسیر کو مرزا غلام احمد قادیانی سے مخاطب ہوکر اپنے رسالہ خط وکتابت کے آغازہی میں یوں فرمایا ہے :

" اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے قرآن عربی کے ذریعہ سے مجھ پر ایسا ظاہر ہواہے کہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کے اورنیز دوسری کتابیں منسوخ نہیں ہیں۔ بلکہ واجب[1] العمل ہیں اوریہ قرآن عربی تو شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کے ہمراہ بطورایک جزو متعلقہ کے ہے ناسخ نہیں ہے بلکہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ اس قرآن عربی کے مع شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کے اورمع جملہ کتب مقدسہ سابقہ کے بمنزلہ ایک کتاب کے ہے۔ اس لئے شرائع منزل من اللہ سابقہ پر عمل کرنا چاہیے اورقرآن عربی کے احکام واجب کی تعمیل سے سرخروئی بھی اسی میں ہے الاحادیث پر عمل کرنے سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ بہت سی احادیث ایسی بھی ہیں جوقرآن عربی کے بھی برخلاف ہیں۔ حالانکہ بخاری اورمسلم کی ہیں۔ اسی طرح سے آرائے مجتہدین سے بھی استفتاء نہیں چاہیے۔ کیونکہ شریعت حقہ کا مظررکرنا محض اللہ جل شانہ کا ہی کام ہے اورسوائے ذات الہیٰ کے کسی اورنبی کا بھی کام نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اوراورلوگ بھی جو انبیاء کےدرجے سے بھی

[1] مولوی عبداللہ صاحب کلام اللہ میں نسخ کے بالکل منکرہیں۔ چنانچہ ا سے یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں اوراحکام توریت اورانجیل سے بھی کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا۔ (اشاعتہ القرآن صفحہ ۳)

نیچے کے ہیں اس امر کے مجاز ہوں کہ جو کچھ چاہیں بحیثیت دین حق احکام جاری کردیں"۔صفحہ ۲، ۳۔

قرآن کتب سابقہ کا ایک جزو متعلقہ اوران کا محتاج

الف۔ قرآن عربی کی نسبت ہم نے یہ لکھا تھا کہ وہ ایک جزو متعلقہ کتب مقدسہ سابقہ منزل من اللہ کا ہے اوریہ کہنا میرا میری خود رائی نہیں تھی کیونکہ آیت مندرجہ ذیل نمبری ۴۳ رکوع پنجم سورۃ قصص مکی نمبری بست ودہشم میں یوں لکھا ہے

(سورۃ قصص آیت ۴۳) اور

بعدازاں سات آیات کے آیت مندرجہ ذیل نمبری ۵۱ رکوع ششم۔ اسی سورۃ قصص مکی نمبری بست وہشتم میں یوں لکھا ہے

اور تفسیر جلالین اورمدارک

وغیرہ میں کلمہ (قول) سے مراد (قرآن عربی) لکھا ہے اوران ہر دوآیات میں ربط دینے سے واضح ہے کہ قرآن عربی کی توریت مقدس سے وصل کیا گیا ہے اگر قرآن عربی کو توریت مقدس سے علیحدٰ قرار دیا گیا ہوتا تو یہاں پر (ولقد وصلنا لھمہ اقوال) لکھا ہوا نہ ہوتا بلکہ (لقد فصلنا لھم القول) لکھا ہوا ہوتا۔ اورچونکہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت مقدس کی واجب العمل تھیں اورقرآن عربی شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس سے متظاہر ہونے کا دعویٰ رکھتا تھا اسی لئے آیت مندرجہ ذیل نمبری ۴۹ رکوع پنجم اسی سورۃ قصص مکی نمبری بست وہشتم میں یوں لکھا ہے

یعنی توریت مقدس اورقرآن عربی ہدیٰ ہیں اگر کوئی کتاب الہیٰ ایسی ہو کہ ان ہر دوسے ہدایت کرنے میں بڑھ کر ہو تو ایسی کتاب کو لاؤ تاکہ میں ان دونوکتابوں یعنی توریت مقدس اور قرآن عربی کی پیروی چھوڑکر اس کتاب کی پیروی کروں کہ جس کو تم من عنداللہ لاؤ(سورۃ قصص ۴۹) پس اس آیت سے واضح ہے کہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہرپانچ حصص توریت مقدس اورقرآن عربی کو ہدے ہیں اور محمد رسول انہیں دونو کی شرائع منزل من اللہ کے متبع تھے اس لئے اس آیت سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ قرآن عربی بطور ایک جزو متعلقہ متوصلہ ہرپانچ حصص توریت مقدس کے ہے۔

(ب) مگر یہ بھی سمجھ لیجئے کہ شرائع منزل من اللہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کے مجمل نہیں ہیں تاکہ وہ اس بات کے محتاج ہوں کہ قرآن عربی ان کی تفصیل کرے۔ بلکہ آیت مندرجہ ذیل نمبری ۱۵۵ رکوع دوازدہم سورۃ انعام مکی نمبری ششم

(سورۃ انعام آیت

۱۵۴) سے واضح ہے کہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کی بذاتہ کامل اورمفصل ہیں اوراس امر سے مستغنی ہیں کہ قرآن عربی ان کی تفصیل کرے۔

(ج) اور واضح رہے کہ قرآن عربی کے نازل ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہی ہے جو آیات مندرجہ ذیل نمبری ۱۵۶، ۱۵۷ رکوع بستم سورۃ انعام مکی نمبری ششم (

سورۃ انعام آیت ۱۵۶، ۱۵۷) میں درج ہے یعنی چونکہ عربی لوگ توریت مقدس کو اس سبب سے نہیں پڑھ سکتے تھے کہ وہ عبرانی زبان میں تھی اس لئے ان کا عذررفع کرنے کے واسطے شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس میں سے کئی ایک کا ترجمہ عربی زبان میں بھی کردیا گیا اورساتھ ہی اس کے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ شرائع الہیٰ کی کامل اورمفصل کتاب تو وہی توریت مقدس ہی ہے۔ اورسوائے اس کے آیت مندرجہ ذیل نمبری ۱۷۶ رکوع ششم سورہۃ نمل مکی نمبری بست وہفتم

(سورہۃ النمل آیت ۷۶) سے قرآن عربی کے نازل ہونے کی وجوہات میں سے یہ دوسری وجہ ہے کہ بنی اسرائیل کے اختلاف رفع کرنے کے واسطے قرآن عربی نازل ہوا ہے نہ کسی اورغرض کےواسطے اوریہ بھی واضح رہے کہ اس دوسری وجہ کے موئد اوربھی کئی آیات ہیں ۔ صفحہ ۱۰۹۔

پھر فرماتے ہیں :

(ج) ہاں بیشک شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کا قرآن عربی میں بلاسبب معقول اعادہ کرنا کچھ بھی فائدہ نہ رکھتا تھا بلکہ معیوب اورباعث طوالت تھا۔ ہاں قرآن عربی میں عربیوں کے واسطے اس قدرحکم کا ہونا کافی تھا کہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس پر عمل

کرنا چاہیے ۔ تاکہ وہ عربی لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہمارے واسطے یہی احکام واجب العمل قرارپاےٗ ہیں جو محض قرآن عربی میں مندرج ہیں چنانچہ آیت مندرجہ ذیل نمبری ۱۳ رکوع دوم سورۃ شوریٰ مکی نمبری چہل ودوم

(سورۃ

الشوریٰ آیت ۱۳) کے ذریعہ سے ایسا ہی ہوا اورواضح رہے کہ تمام قرآن عربی میں یہی ایک آیت ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ پیروان قرآن عربی کے عمل کے واسطے کون کون سی شرائع منزل من اللہ اور واجب العمل مقررہوئی ہیں اورسوا اس آیت کے تمام قرآن عربی میں ایسی کوئی بھی آیت نہیں ہے جو متضمن اس تشریح اورتفصیل کی ہو۔ ہاں اس آیت متذکرہ صدمیں ان شرائع کا مجموعہ جونوح اورمحمد اورابراہیم اورموسیٰ اورابن مریم یعنی جملہ پر پانچ انبیاء کی معرفت وصول ہوئی ہیں پیروان قرآن عربی کے واسطے بمنزلہ ایک ہی شریعت واجب العمل منزل من اللہ کے قرارپایا ہے اورعربیوں وغیرہ پر من اللہ حجت کامل ہوگئی ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے

کہ سواء مجموعہ ان شرائع منزل من اللہ کے جو انہیں پانچوں انبیاء کی معرفت وصول ہوئی ہیں اورکسی بھی نبی کی معرفت کوئی بھی اورشریعت منزل من اللہ واجب العمل نہیں ملی ہے۔ ازانجملہ جن جن شرائع کا نوح اورابراہیم پر من اللہ نازل ہونا اس آیت میں بیان ہوا ہے وہ تو وہ ہیں جو توریت مقدس کے پہلے حصے مسمے بہ پیدائش میں مندرج ہیں۔ اورجن شرائع کا من اللہ موسیٰ پر نازل ہونا اس آیت مندرجہ صدرقرآن عربی میں بیان ہوا ہے۔ وہ تو توریت مقدس کے ہر چہار حصص باقی ماندہ یعنی دوسرے حصہ مسمےٰ بخروج اور تیسرے حصہ مسمےٰ باحباراور چوتھے حصہ مسمےٰ بہ گنتی اورپانچویں حصہ مسمےٰ بہ استشنا ء میں مندرج ہیں۔ غرضکہ آدم سے لے کر موسیٰ کلیم اللہ تک جس قدرشرائع منزل من اللہ ہیں وہ تمام وکمال توریت مقدس میں ہی مندرج ہیں اوراسی سبب سے توریت مقدس گویا جملہ شرائع منزل من اللہ سابقہ کی جامع ہے۔ اوریہ بھی واضح رہے کہ اس آیت مندرجہ صدر نمبری ۱۳سورۃ شوریٰ سے یہ بھی مفہوم ہوگیا کہ شرائع سابقہ میں سے وہی شرائع منزل من اللہ بحیثیت شریعت واجب العمل من اللہ واجب الاتباع قرارپائی ہیں کہ جن کا اس آیت مندرجہ صدرمیں ذکرہوا

ہے۔ اورسوا ان شرائع منزل من اللہ کے اورکوئی بھی شریعت سابقہ (اگر بالفرض کوئی ہو بھی یاآنکہ سمجھی جاتی ہو) من اللہ عباد اللہ پرواجب الاتباع نہیں ہے۔ (صفحہ ۱۱، ۱۲)۔

پھر فرماتے ہیں۔

الف۔ بیشک شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کی تلاوت بہت ہی سخت ضروری ہے اورسوائے ان کی تلاوت کے ایمان اورعلم اورعمل کچھ بھی نہیں رہتا ہے کیونکہ آیت مندرجہ ذیل نمبری ۱۲۱ رکوع چہارم دہم سورہ بقر مدنی نمبری دوم

(سورۃ البقرہ آیت

۱۲۱) کا ترجمہ ہے کہ اس کتاب مائی من اللہ توریت مقدس کے مومن ہے وہی لوگ ہیں جو اس کو پڑھتے ہیں اوراس پر عمل بھی کرتے ہیں اورجو لوگ اس کتاب مائی من اللہ یعنی توریت مقدس کے پڑھنے اوراس پر عمل کرنے سے کافر ہیں وہی لوگ زیان کار ہیں ۔ صفحہ ۱۲، ۱۳ ۔

پھر فرماتے ہیں:

(ج) تفسیر درِمنشوراورخازن اورکبیراورمجمع البیان اورفتح البیان وغیرہ میں یتلونہ کے مغی یقرونہ اوریتبغونہ لکھے ہیں جن سے ثابت ہے کہ توریت مقدس کے مومن وہی لوگ ہیں ۔ جو اس کی تلاوت اورپیروی کرتے ہیں۔ کیونکہ قولہ تعالیٰ (یتلونہ حق تلاوتہ) ہیں اس کتاب مائی من اللہ یعنی شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس تلاوت اورپیروی کے واسطے حص اورترغیب ہے۔ اورچونکہ کلمہ (یتلوف) (مضارع) کا صیغہ ہے اس لئے یہ حکم اس آیت کا (دودام کا) اور (استمرار) کے واسطے بھی دلالت رکھتا ہے اس لئے ان شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کی تلاوت اورپیروی ہمیشہ کے لئے لازمی ہوتی ہے۔

د۔ اور قولہ تعالیٰ ۔ (اولئک یومنون بہ) اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ایمان انہیں لوگوں پر مقصود ہے جو اس کتاب ماتی من اللہ یعنی شرائع منزل من اللہ مندرجہ پرپانچ حصص توریت مقدس کی تلاوت کرتے ہیں اوراس کی احکام علت اورحرمت وغیرہ کو بھی کماہ ینغی بجالاتے ہیں۔

ہ۔ جملہ وجوہات مندرجہ صدرسے ثابت ہوا کہ اس کتاب ماتی من اللہ یعنی شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص

توریت مقدس کی تلاوت اور پیروی مدعیان اتباع قرآن عربی کے واسطے تاقیام قیامت فرض ہے اوراس کی تلاوت اورپیروی کے ہی نہ کرنے کے سبب سے عاقبت کا سخت نقصان ہے۔صفحہ ۱۳، ۱۴۔

مرزا غلام احمد نے بطورتحدی مولوی صاحب کو لکھا تھا۔"آپ کے لئے یہ طریق بہتر ہے کہ چند پاک صداقتیں کسی پہلی کتاب کی جوآپ کے گمان میں قرآن شریف میں نہیں پائی جاتیں اس عاجز کے سامنے پیش کریں پھر اگر یہ عاجز قرآن شریف سے وہ صداقتیں دکھلانے میں قاصر رہا تو آپ کا دعویٰ خود ثابت ہوجائیگا۔

مولوی امام الدین صاحب نے اس کے جواب میں صرف ایک کتاب توریت مقدس کو پیش نظررکھ کریہ فرمایا:

الف۔" امام الکتب والناس توریت مقدس کے ہر پانچ حصص میں شرائع منزل من اللہ بہت سی ایسی ہیں کہ جن کی نسبت یقین کامل رکھتا ہوں کہ وہ قرآن عربی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ ازانجملہ چند مسائل شرعیہ آپ کی درخواست پر ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

(۱۔) جو کوئی شخص ایسی عورت کے ساتھ وطی کرے کہ جس کے ساتھ وطی کرنی کسی طرح بھی جائزنہیں ہوسکتی ہے مثلاً ماں بہن وغیرہ سے توایسے شخص کی سزاکیا ہے۔

(۲۔) جوکوئی شخص وطی فی الدبرکرے یا کرادے تواس کی سزاکیا ہے۔

(۳۔)جوکوئی مردکسی حیوان سے وطی کرے۔ تواس کی سزا کیا ہے۔

(۴۔) جوکوئی عورت کسی حیوان سے وطی کرادے تواس کی سزاکیا ہے۔

(۵۔) انسان کے جسم کے اعضا میں سے ایسے ایسے اعضا کون کون ہیں کہ جن کو دوسروں کی نظروں سے چھپانا چاہیے۔

(۶۔) پانی کی مقدارایسی کونسی ہے کہ جس میں اگر کوئی نجس شے پڑجاوے توپھربھی پانی کوپلید نہ سمجھا جاوے۔

(۷۔)ظروف گلی یا مسی یا چوبی وغیرہ اگرناپاک ہوجاویں توان کے پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

(۸۔) چار پایوں میں سے مثلاً کتا، بلا اور اونٹ ، گھوڑا اورپرندوں میں سے مثلاً چیل، کوا اورکونج اورحشرات الارض میں

سے مثلاً چوہا اورگوہ اورجانوران آبی میں سے مثلاً مگر مچھ وغیرہ حلال ہیں یا حرام۔

(۹۔) ذبح کرنے کا طریقہ کیا ہے یعنی کس طرح اورکس جگہ سے کس قدرکاٹا جاوے اوراگر تمام کاٹا جاوے تواس کا کیا حکم ہے ۔

(۱۰۔)حیض کےدنوں کی تعداد بھی کچھ ہے یا نہیں تاکہ معلوم ہوکہ عورت حیض سے کتنے دنوں کے بعد پاک سمجھنی چاہیے ۔

(۱۱۔) نفاس کے احکام اوراس کے دنوں کی تعداد کہ جن کے بعد عورت نجاست سے پاک ہوسکتی ہے کیا ہے۔

(۱۲۔) ختنہ کرنا چاہیے یا نہیں اوراگرکرنا چاہیے توکب اورکس موقع سے اورکس طرح کیا جاوے۔

(۱۳۔) جو کوئی شخص خیانت کرے تو اس کی سزا کیا ہے۔

(۱۴۔) زکواۃ نقد اور مویشی اور غلات اوراثمار کی کس کس وقت اورکس کس قدراداکرنی چاہیے۔

(۱۵۔) کنجری کے نکاح کرنے سے جو بچہ پیدا ہو وہ خدا پاک کی جماعت میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں۔

ب۔ اب مقتضاء حمیت یہ ہے کہ مسائل مندرجہ صدر میں سے جو جو مسئلہ جس جس آیت قرآن عربی میں منصوص ہو اس اس آیت نص کو قتل کرکے بھیجیں اوریہ بھی شرط ہے کہ کسی قسم کی بھی تحریف اورتاویلات باطلہ کوعمل میں نہ لاویں ۔صفحہ ۲۳، ۲۴، ۲۵۔

مرزا قادیانی کی وعدہ خلافی

مرزا قادیانی جب ایسے ذی ،علم واقف کا رکے پنجے میں پڑگئے تو جیسا ان کا شیوہ ہے کہ وہ اس قسم کی مستقیم طبع لوگوں سے نہیں الجھتے اورصرف پراُنے فیشن کے مقلدوں سے زورآزمائی کرکے اپنی تصنیفات کا بازارگرم رکھتے ہیں۔ فوراً دعائے خیر کے ساتھ نکل گئے کہ " باعث بعض موسمی بیماریوں کے آپ کا جواب لکھنے سے قاصر ہوں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اوربوجہ ضعف بشریت ایک غلطی جوآپ کے خیال پر غالب آرہی ہے اس کو رفع فرمادے کہ ہر ایک ہدایت اس کی طرف سے ہے اورانشاء اللہ میرا ارادہ ہے کہ برائین احمدیہ کے کسی محل پرآپ کا جواب الجواب لکھوں۔

مولوی امام الدین صاحب نے آخر کا رپورے ۸ برس مرزا صاحب کی براہین احمدیہ کا صبر سے انتظار کیا اورپھر ۲ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو ایک بڑا خط مرزا صاحب کے نام لکھا جو یوں شروع ہوتا ہے "آپ کے خط مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۸۸۹ء میں درج تھا کہ براہین احمدیہ میں جواب الجواب لکھا جاویگا اس لئے اب تک مجھے انتظاری رہی الا اب بالا طمینان معلوم ہوگیا ہے کہ آپ نے جوا الجواب اب تک نہیں لکھا ہے اورنہ اُمید پڑتی ہے کہ آپ لکھینگے"۔ یہ خط صفحہ ۳۰ سے ۵۰ تک ہے اوراس میں مولوی صاحب نے مرزا صاحب کوشرمانا اور قائل کرنا چاہا ہے مگر وہ کب معقول ہوتے ہیں ایک چپ ہزار بلاکو ٹالتی ہے۔

واضح ہوکہ مولوی امام الدین صاحب نے اپنی کل بحث صرف ایک ہی توریت کتاب توریت شریف پر محدود رکھی ہے۔ انہوں نے اس بحث کی صرف ایک ہی پہلو پر غورکیا اگران کو اس کے اورپہلوؤں پر بھی نظر ڈالنے کا موقع ملتا اوراس اُصول کو اس کی انتہا تک لے جانے تولاکلام قرآن فہمی کی ایک عمدہ شاہراہ کھل جاتی اوران کا احسان سا لکان طریقت کی گردن پر تاابد رہتا۔ مگر اب بھی وہ بحث اصولاً کل کتب سابقہ پرحاوی ہے جن کے مجموعہ کو بائبل یعنی الکتاب کہتے ہیں جو اہل کتاب کے پاس ہے اورجس کی تصدیق قرآن شریف ان الفاظ میں جا بجا کرتا ہے مصدقا لمامعکمه مصدقا لما معهمه۔ مولوی امام الدین صاحب کی تحقیق بالکل نئی ہے اور وہ وہاں تک پہنچے جہاں تک مسلمانوں کے درمیان متاخرین میں کوئی نہیں پہنچا۔

یہ تو معلوم ہوگیاکہ اہل حدیث کو مثل تمام مسلمانوں کے یہ مسلم ہے کہ قرآن ایک مجمل کتاب ہونے کی وجہ اپنی تفسیر کے لئے غیر قرآن کا محتاج ہے جس سے وہ حدیث رسول کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوئے۔ اہل قرآن غیر قرآن سے اس درجہ بدظن ہیں کہ وہ سنت رسول کااسلام میں دخل دینا گوارا نہیں کرتے اورکلام اللہ کا مفسر صر ف کلام اللہ کو مانتے ہیں اورچونکہ ان کوسوائے قرآن کے کسی کلام اللہ کا علم نہیں ہے اس لئے صرف قرآن کو تفسیر قرآن میں قبول کرتے ہیں۔

اہل قرآن کی تردید کہ قرآن مفصل ہے اوراپنا آپ مفسر

مولوی عبداللہ صاحب نے اپنے اس خیال میں ایک دھوکا کھایا ہے۔ اس لئے اہل حدیث کے قول کی تردید میں یہ فرماتے ہیں " یہ کہنا کہ قرآن مجید میں کوئی حکم مجمل ہے ایسا ہی ہے جیسا کہ دن کو رات کہنا۔ احکام اورآیات قرآن مجید کے مفصل ہونے پر کتاب اللہ میں ا س قدر زوردیا گیا ہے کہ منصف مزاج آدمی یہ بات سن کر حیران ہوئے بغیر نہیں رہیگا" اورپھر قرآن شریف سے گیارہ آیات پیش کرکے دکھلایا ہے کہ جا بجا قرآن کی شان میں نفصل ومفصلنا وفصلت وتفصیل وارد ہوا۔ ان آیات میں سب سے مضبوط اور مغلق آیت نمبر اوّل ہے۔

(سورۃ

یوسف آیت ۱۱۱)۔

مولوی صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں " یہ قرآن مجید ایسا کلام نہیں کہ کسی بشر کا بنایا ہوا ہو اورخدا کے ذمے لگایا ہوا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو پہلے نازل شدہ احکام کے مخالف ہوتا) لیکن یہ تو اپنے سے پہلےمنزلہ جملہ مسائل (اصول وفروغ) کی تصدیق کرتا ہے اورا س میں دین اسلام کے ہر ایک ادنےٰ سے ادنےٰ مسئلہ کی بھی تفصیل ہے"۔ اشاعتہ القرآن صفحہ ۴۷۔

مولوی صاحب نے اس آیت کو متن کلام سے بالکل توڑکر معنی لگائے۔ یہ آیت دراصل اُوپر کی آیت ذالك من ابناء الغیب نوبه الیك کی تفسیر ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ قصہ حضرت یوسف جو ہم نے یہاں سنایا یہ کوئی جھوٹا افسانہ نہیں بلکہ وحی سے لکھا گیا ہے اوراس میں ان کتابوں کی تصدیق ہے جو قرآن سے پہلے موجود ہیں اور اس میں حضرت یوسف کے سوانح میں ہر ایک بات کی تفصیل ہے کیونکہ یہ قصہ توریت مقدس میں بھی درج ہے ۔

توراتِ مفصل

لیکن اگرہم یہی معنی مان لیں جس پر مولوی صاحب کو اصرار ہے توہم ان کو بتلادیں گے کہ قرآن شریف اس سے بھی کہیں زیادہ تفصیل کا دعویٰ توریت شریف کے لئے کرتاہے (سورۃ انعام ۱۵۴)

ترجمہ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب
تورات دی جو نیکو کاروں کے لئے پورا فضل ہے اورہر ایک بات کے لئے تفصیل ہے اورہدایت ورحمت ہے۔

اب اگرتفصیل کل شئے کے معنی ایسے ہی جامع اورمانع ہوں" کہ اس میں دین اسلام کے ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسئلہ کی بھی تفصیل

ہے" تویہ تعریف توریت پر ختم ہوچکی کیونکہ وہ تماماً اعلی الذی احسن بھی ہے جو قرآن کونہیں کہا اوراب آپ کو خود ماننا پڑیگا کہ قرآن میں حکم رجم کی کوئی تفصیل نہیں ہے اورنہ حرمت حمار کی تفصیل اورمولوی امام الدین صاحب نے تویہ بھی بتلادیا کہ اس میں اوربھی بہت چیزوں کی تفصیل نہیں اور پوچھتے ہیں کہ کیا محرمات کے ساتھ وطی کرنے والے کی نسبت حکم دریافت کرنے کا مسئلہ ضروری نہیں۔۔۔ یاآنکہ وطی فی الدبر کرنے اور کرانے کا مسئلہ ضروری نہیں ہے" (صفحہ ۳۴،۳۵)۔

پس معلوم ہوا کہ قرآن کا مفصل ہونا اس معنی میں نہیں ہے جس معنی میں کہ مولوی عبداللہ صاحب مدعی ہیں وہ شاید اس معنی میں مفصل ہے جس معنی میں کسی ضیغم کتاب کا کوئی ایک باب بھی مفصل کہا جاسکتا ہے ۔ قرآن اپنے دعویٰ کے مطابق کتب آسمانی کا صرف ایک جزو ہے اورکل سے مستغنی نہیں ہوسکتا گویہ ممکن ہے کہ ہر ایک جز مجموعہ کتب آسمانی کا ایک حد تک اپنا مفصل بھی ہو۔ مگر اس طرح اس کا مفصل ہونا اس کے مجمل ہونے کا مانع نہیں اوراہل حدیث سچ کہتے ہیں قرآن غیر قرآن کا محتا ہے ۔

مگر جب اہل حدیث غیر قرآن میں کلام بشر شامل کرتے ہیں تو وہ ایک اصولی غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں جس کو نہ عقل جائز رکھتی ہے نہ نقل۔ان کی تردید میں اہل قرآن سچ کہتے ہیں کہ کلام اللہ کا مفسر صرف کلام اللہ ہوسکتا ہے لیکن جب وہ قرآن کو تمام کلام اللہ کا مترادف قرادیتے ہیں تو وہ خود غلطی میں جا پڑتے ہیں اوران کی دستگیری کے لئے وہ نادر اصول ہاتھ بڑھاتا ہے جس کو مولوی امام الدین نے بیان کیا" یعنی شرائع منزل من اللہ مندرجہ اس قرآن عربی کے مع شرائع منزل من اللہ مندرجہ ہر پانچ حصص توریت مقدس کے اورمع جملہ کتب مقدسہ سابقہ کی بمنزلہ ایک کتاب کے ہے اس لئے شرائع منزل اللہ سابقہ پر عمل کرنا چاہیے اور قرآن عربی کے احکام واجب کی تعمیل سے سرخروئی اسی میں ہے۔

اب دیکھئے تفسیر قرآن کی تمام مشکلیں حل ہوگئیں۔ قرآن کے بذاتہ مجمل ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ علاوہ بریں وہ تمام اللہ کا ایک جزو متعلقہ ٹھہرا۔ پس جہاں کوئی مشکل پڑے کلام غیر اللہ سے منہ موڑکر کل کلام منزل من اللہ کی طرف رجوع کریں جو توریت وزبور اورانجیل اوردیگر کتب انبیاء پر مشتمل ہے جو اہل کتاب کے پاس ایک مجموعہ میں بائبل یعنی الکتاب کے نام سے موجود ہے

جس کا قرآن مصدق ہے اوراس کو ذالك الکتاب لاریب فیه کہتا ہے۔ اس اصول پر انجیل شریف کی ایک مشہور تفسیر عیسائی عام کلیمنٹ موڈی نے تالیف کی جس میں ہر آیات کے نیچے صرف بائبل مقدس کے ہم معنی آیات جمع کردی ہیں اورمطلق اس میں انسانی قیاس یاکلام بشر سے کام نہیں لیا۔ کاش کوئی صاحب قرآن شریف کی بھی ایک ایسی تفسیر کردیتے۔ کیاخودمولوی عبداللہ صاحب کی پیش کردہ آیت میں قرآن اپنے تیئں پہلے تصدیق الذی بین یدیه کہہ کر اس کے بعد تفصیل کا مدعی نہیں ہوتا وہ کتب انبیاء سابقه کی تصدیق کے ساتھ اپنی تفصیل کرسکتا ہے اور اگر پہلا جزو باطل ہوجاوے تودوسرا یقینی باطل ٹھہریگا۔ مولوی صاحب نے اس اہم مسئله پر تدبر نہیں کیا۔ اس لئے اہل حدیث پر اُن کی فتح قطعی نہیں اوران کو گوش ہوش سے سننا چاہیے که فاتح الکتاب المبین نے کیا کہا ہے اوراس پر کیا دلیل لایا ہے اورتمام مسلمانوں کو ہمیشه یاد رکھنا چاہیے ۔ تو منون بالکتاب کله فان کنت فی شك مما انذلنا الیك فسئل الذین یقرون الکتاب من قبلك فسئلو اهل الذکر ان کنتمه لا تعلمون۔ یہی قرآن فہمی کا گر ہے جس کے بغیراس راہ میں کسی کو قدم نہیں رکھنا چاہیے۔

قرآن ایک نامکمل کتاب

یہاں تك تو ہم نے عام طور پر دکھایا که قرآن شریف اپنا مفسر آپ نہیں ہوسکتا بلکه کتب انبیاء سابقه کا جن کا وہ مصدق ہے اپنی تفسیر کے لئے محتاج ہے ۔ اب ہم ایک خاص وجه بھی دکھلاتے ہیں که کیوں قرآن بخلاف دنیا کی اورکتابوں کے اپنے معنی آپ بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اس وجه پر ہمارے زمانه کے اہل اسلام نے کچھ بھی غور نہیں کیا نه مولوی عبداللہ صاحب نے نه مولوی محمد حسین صاحب نے اورنه مولوی امام الدین صاحب نے نه مرزا صاحب قادیانی نے۔ لوگوں نے عموماً فرض کر رکھا ہے ۔ که جیسے دنیا میں اورکتابیں کسی جہت سے مکمل ہوا کرتی ہیں قرآن شریف بھی کوئی مکمل کتاب ہے۔

قرآن نه صرف ان دومعنوں میں نا تمام کتاب ہے که بقول اہل حدیث اس کے احکام وغیرہ مجمل ہیں اوربقول مولوی امام الدین وہ تمام کلام اللہ کا صرف ایک جزو متعلقه ہے۔ بلکه وہ اوربھی دومعنوں میں غیر مکمل ہے یعنی قرآن موجودہ کل قرآن منزل بھی نہیں بلکه اس کا صرف ایک جزو اورپھر وہ بھی غایت درجه نام تمام ہے بے ترتیب اورپراگندہ جس کی وجه سے قرآن میں اپنا

مفسر آپ بن جانے کی اتنی بھی صلاحیت اورقابلیت نہیں رہتی جتنی کسی اورمعمولی مگر پوری یا مرتب کتاب میں۔ ہمارے اس قول پر نہ صرف بیرونی تاریخی شہادت موجود ہے۔ بلکہ اندرونی شہادت جس پر متن قرآن آپ گواہ ہے۔

سب سے بڑی دلیل وہ روشن حقیقت ہے جو کسی قرآن خواں سے چھپی نہیں خاص کر مفسرین سے جس کو مانتے سب ہیں مگر اس کی سچی تاویل میں چکراتے ہیں۔ سرسید مرحوم نے اپنے اصول تفسیر میں اس کو تیرھویں اصل قراردیا ہے آپ فرماتے ہیں " قرآن مجید دفعتہً واحدۃ نازل نہیں ہوا بلکہ نجماً نجماً نازل ہوا اپنی (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۰۷) وقتاً فوقتاً واقعات کو پیش آنے سے روح القدس یعنی ملکہ نبوت کو انبعاث ہوا اوراس کے سبب سے وحی نازل ہوئی پس وہ مختلف اوقات کے کلام کا مجموعہ ہے جو خدا نے وقتاً فوقتاً ۔ مقتضاء اس وقت کے نازل کیا ہے اوربطور ایک تصنیف کی ہوئی کتاب کے نہیں ہے جس میں اول مصنف ابواب وفصول کی تقسیم کرکے اس کے مضامین کو ترتیب خاص سے مرتب کرتا ہے " ۔ اس کےبعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی کتاب فوزالکبیر سے اسی مضمون کا کلام نقل کرتے ہیں اورپھر لکھتے ہیں " قرآن ایک تصنیف کی ہوئی کتاب نہیں ہے۔ اورجبکہ اس میں صرف کلمات وحی لکھے گئے ہیں تومبادی کلام جس سے وحی متعلق ہے اس میں شامل نہیں ہیں اوراس سبب سے بعض مقامات قرآن مجید میں بلکہ متعدد ایسے ہیں کہ ایک مقصد بیان کرتے کرتے دوسرا مطلب بیان ہونے لگا ہے جوایک نیا یا اجنبی معلوم ہوتا ہے ۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مبادی کلام کے مندرج نہ ہونے سے ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ بعض دفعہ قرینہ حالیہ کسی کلام کے مقتضاء پر دلالت کرتا ہے اورمتکلم بغیر اس کے کہ اپنے کلام میں اس کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت سمجھے اپناکلام شروع کردیتا ہے اور جبکہ صرف متکلم ہی کاکلام بلا بیان قرینہ حالیہ کے لکھا جاوے تو جو دلالت کلام کی قرینہ حالیہ سے پائی جاتی ہے وہ اس میں نہیں ہوتی اور اس لئے اس کی تلاش یا تعین کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی بنیاد پرعلماء اسلام نے آیات کی شان ِنزول تفتیش کرنے پر توجہ کی ہے جس کی بنیاد صرف روایات ضعیف پر ہے اوراس لئے زیادہ پرُامن طریقہ یہ ہے کہ جہاں اس کی ضرورت ہوحتیٰ المقدورصرف قرآن مجید کے سیاق وسباق کلام سے اوراس کی طرز ادائے کلام سے اس کو تلاش کیا جاوے اورجو اُصول کہ قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں کہ ان کو

ہرایسے مقام پر ملحوظ رکھا جاوے " ۔ تحریر فی اصول التفسیر صفحہ ۳۴، ۳۵ جو حقیقت ہے وہ تو مسلمہ ہے اوراس کی بہت سی تاویلوں میں سے یہ بھی ایک تاویل ہے۔ اگر ان تاویلوں کا خیال نہ کرکے قرآن کو ایک سلسلہ سے پڑھو تو خود دل گواہی دیتا جاویگا کہ اس کا نہ شروع ہے نہ آخر اونہ درمیان سوائے چند سورتوں کے نہ اس میں کوئی سلسلہ ہے نہ ترتیب پڑھتے جاؤ اوردیکھتے جاؤ کہ درمیان کی عبارتیں اڑی ہوئی معلوم ہوتی ہیں جس سے سارا مضمون خبط وبے ربط ہے اورا س نقص کو رفع اورکمی کوپورا کرنے کےلئے مفسرین نے آیت آیت کی شان نزول تراش کران میں مصنوعی ربط پیدا کرنے کی بےسود کوششیں کیں مگر کوئی کل نہ بیٹھی اورسرسید نے اس کو محض ناکارہ پاکر پھینک دیا اوراس کی ہجو میں نہایت ہی متین اورملائم الفاظ لکھے" علماء اسلام نے آیات کی شان نزول تفتیش کرنے پر توجہ کی ہے جس کی بنیاد صرف روایات ضعیف پر ہے"۔ مگر ہم کو افسوس ہے کہ اس عارضہ کا جوعلاج بزرگ سرسید نے بتایا وہ معقول نہیں کیونکہ جب متن قرآن میں نہ مبادی کلام موجود ہے نہ قرینہ حالیہ بلکہ بے جوڑکلام میتکلم توزیادہ سے زیادہ سے اس کو صرف غزل کی بند ش مضمون سے تشبیہ دے سکتے ہیں اورماننا پڑیگا کہ قرآن شریف میں کوئی " سیاق وسباق" ہے ہی نہیں جس کی طرف رجوع کیا جاوے۔

کچھ تعجب نہیں کہ جو سرسید اس عارضہ کا کوئی بہترعلاج نہ بتاسکے یا اس حقیقت کی کوئی معقول تاویل نہ کرسکے کیونکہ انہوں نے اس باب میں مسلمانوں کے اس تقلیدی اعتقاد سے مخالفت کرنے میں مصلحت نہ دیکھی۔ بلکہ اپنی تفسیر کے ۱۰، ۱۱ اصل میں اس بات کو فرض کرلیا ہے کہ " قرآن مجید جس قدر نازل ہوا ہے بتمامہ موجود ہے نہ اس میں سے ایک حرف کم ہوا نہ زیادہ ہوا"۔ اور کہ " ہر ایک سورہ کی آیات کی ترتیب میرے نزدیک منصوص ہے" صفحہ ۳۲، ۳۳ یہ امر کہ قرآن مجید" بتمامہ موجود" نہیں ہے اورکہ اس کا بہت بڑا حصہ ضائع ہوگیا اورکہ اس کی سورتیں اورآیتیں بے ترتیب ہیں اوریہ تمام بے ربطی اسی کے باعث ہے اس پر تاریخی شہادت موجود ہے ۔ ایسی زبردست کہ ہر مفسر کو چاہیے کہ تفسیر قرآن کا پہلا اُصول اسی حقیقت کوقراردیوے مسلمانوں نے اس کو بخندہ پیشانی قبول کرلینے میں اپنے اکابر کی توہین سمجھی اوراس سے انکارکرنے میں ناحق کوشی کی مگر دین وایمان کی تحقیق میں ایسے

خام خیالات سے بچنا چاہیے۔ کیاہم اپنے بزرگوں کی پاسداری کرکے حق سے بیوفائی کریں۔

باب سوم۔تاریخِ قرآن

میری زندگی کے ایام تھوڑے اوردکھ سے مرے ہوئے ہے۔

(کتابِ پیدائش ۴۷: ۹)

فصل اوّل ۔ تشریح دعوےٰ

ہماری معذرت

اس امر کا کہ قرآن شریف کا کوئی بڑا حصہ ساقط ہوگیا اورجوبچ گیا وہ بدنظمی سے مرتب ہوا اکثر محققین کو اعتراف کرنا پڑا نہ اس لئے کہ وہ منکرِ قرآن تھے بلکہ اس لئے اس کو کلامِ خدا مانتے تھے اوراس کو سمجھنا اپنا پہلا فرض سمجھتے تھے اس مضمون پرشیعہ بھی بہت کچھ لکھ چکے اورسنی بھی اورعیسائیوں میں ماسٹر رام چندر دہلوی بھی اسی بحث پر ایک رسالہ چھوڑگئے ہیں ۔

پس ۔ جب ع

تہی خم نہا کہ دندورقند

توہم کس منہ سے کہیں کہ ہم ان سے کچھ زیادہ لکھ سکھینگے ۔ ایک گل وبلبل کی داستان تھی جس کو ہر زمانہ اورملک کے شاعر

سناتے رہے اورسناتے رہینگے ۔ پرُانی صداقتوں کونئے طرزسے بیان کی ضرورت پیش ہی آیا کرتی ہے۔ وہی موسم ہیں جو لوٹ پھیر کے بار بارآتے ہیں اورہمارا جی کبھی نہیں اکتا تا پاس اس مضمون پر اگر اوروں نے بہت کہا تو اب ہم کم کہینگے اوریہی ہماری معذرت ہے ہم نہ شیعوں کی طرفداری کرینگے اورنہ سنیوں کی اورنہ عیسائیوں کی طرف سے مناظرہ کا بازارگرم کرینگے ۔ ہم ایک سچی بات کہینگے شیعہ کے منہ کی ہویا سنی کے منہ کی ہو۔ اوروہ بھی محض اسی غرض سے کہ قرآن فہمی میں سب کو آسانی ہوجاوے۔ پس ہم ناظرین کو حقیقت اوراصلیت واقع سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں نہ کسی مناظرہ میں پھنسا دینا ۔ تہذیب الاخلاق جلد اوّل (مجتبائی لاہور۱۸۹۴) یعنی عالیجناب نواب محسن الملک کے مضامین میں ایک استفتاء ہے جس کے اندر چند اعتراضات پر علماء دین کا فتویٰ مانگا ہے۔چنانچہ صفحہ ۳۵۴، ۳۵۵ سے ہم اس استفتاء کے نمبر۲ تا ۶ ونمبر۱۰ نقل کرتے ہیں جس میں صرف پہلا قول ہماری بحث سے متعلق ہے اورباقی سے ہم کوکچھ سرورکا نہیں ۔

تفصیل دعویٰ

" قرآن مجید نہ جامع ہے نہ مانع یعنی جس قدرنازل ہوا تھا وہ سب محفوظ نہیں رہا اورجو قرآن نہیں تھا وہ قرآن میں داخل ہوگیا۔ قرآن موجودہ غلطیوں اورکاتب کی بھولوں سےبھراہوا ہے۔ پیغمبرِخدا حضرت محمد کی کبھی ایسی حالت ہوگئی تھی کہ کہنا کچھ چاہتے تھے اورزبان مبارک سے اورکچھ نکل جاتا اوربہ سبب مسحور ہونے کے خود نہ جانتے تھے کہ میں کیا کہتا ہوں[1] آنحضرت نے بتوں کی تعریف قرآن پڑھنے کی حالت میں مشرکین کے سامنے کی [2]۔ خداکی

---

[1] **آنحضرت مسحورتھے** ۔ مسلم کتاب السلام باب السحہ میں حضرت عائشہ کی روایت سے ثابت ہے کہ قالت سحر رسول اللهہ □ یھودی من بنی ذریق یقال لہ لبین بن لاعصم قالت حتیٰ کان رسول اللهہ □ لخیل الیہ نہ یفعل الش وما یفعلہ بنی زریق کے ایک یہودی لبید نامی نے رسول اللهہ □ پر جادوکیا تھا جس کی وجہ سے آپ خیال کیا کرتے کہ میں کوئی کام کررہا ہوں حالانکہ وہ کام نہ کرتے تھے۔ اوریہی روایت سنن نسائی اورسنن ابن ماجہ میں ہے۔

[2] **کعبہ کے بُتوں کی مدح** ۔ مولوی عبداللهہ صاحب چکڑالوی پر مسلمانوں نے اعتراض کیا ہے کہ" وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت سے فعل شیطانی سرزد ہوئے جن کی تعداد اٹھارہ تک پہنچتی ہے " اشاعتہ القرآن صفحہ ۱۳۔ اس بات کوآپ نے آیت ماارسلنا من قبلک کی تفسیر میں قبول کرلیا ہے جیسا اوپردکھلایا گیا اورآپ مانتے ہیں کہ آنحضرت کے

بعض آیتوں میں بندروں پر توارد ہوا۔یعنی جوکچھ پہلے کسی بندہ کی

خیال اورقیاس اورآرزو میں القاء شیطانی موجود تھا۔ لیکن مسلمانوں کا گرہ مقلدین اپنے غلط اعتقاد کی بنیاد پر اس واقعہ کا ناحق انکارکرتا ہے۔ سورہ حج کی اس آیت کا شان نزول یہی واقعہ ہے اورصاحب معالم التنزیل نے جن کا پایہ علم حدیث میں بہت بلند ہے اس واقعہ کی تشریح فرمائی ہے شمس العلما مولوی شبلی نعمانی بھی اس حدیث کے تذکرہ میں لکھتے ہیں ۔ تلك الغزانیق العلیٰ کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول ا للھہ ٰکی زبان سے سورہ نجم کی تلاوت کےوقت بتوں کی تعریف میں یہ الفاظ وارد ہوئے تلك الغرانیق العلیٰ ووان شفا عتھن الترىجیٰ یعنی" یہ بُت معزز ہیں اوران کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے اوریہ الفاظ شیطان نے آنحضرت کے منہ میں ڈال دئیے تھے چنانچہ تلاوت کےبعد جبرئیل آئے اورانہوں نے یہ شکایت کی کہ میں نے تو یہ الفاظ آپ کو نہیں سکھائے تھے آپ نے کہاں سے پڑھ دیئے "۔ مولانا ممدوح بھی احادیث سےمولوی عبداللہ کی طرح بدظن معلوم ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں "۔ اس حدیث کو امام صاحب کے اصول کےموافق بعض محدثین مثلاً قاضی عیاض اورابوبکر بیہقی وغیرہ نے غلط کہاہے۔ لیکن محدثین کا ایك بڑا گروہ اس کو بھی صحیح تسلیم کرتا ہے متاخرین میں حافظ بن حجر سے زیادہ ناموركوئی محدث نہیں گذرا۔ وہ بڑے زور شور سے اس حدیث کی تائید کرتے (بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ)ہیں اورفرماتے ہیں کہ چونکہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں اس لئے اس کی صحت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے"۔ کتب سیرۃ النعمان صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰ ہم کو نہیں چاہیے کہ ہم واقعات کو اپنے خیالات کے سانچہ میں ڈھالیں بلکہ ہم کو اپنے خیالات واقعات سے مطابق کرنا چاہیے اگرغورکیا جائے توسمجھ میں آجائیگا کہ یہ حدیث کبھی وجود میں نہیں آسکتی تھی ۔ اگر تاریخی شہادت اس پر ایسے زوروں کی موجود نہ ہوتی جس کا انکارممکن نہ تھا۔ یہ ان لوگوں کی روایت ہے جنہوں نے ڈرتے ڈرتے صرف حق کی پاسداری میں یہ بات زبان سے نکالی اوران کے جملہ اغراض ومقاصد کے خلاف تھی ۔

زبان سے نکلا اسی کو پھرخدا نے بذریعہ جبرئیل کے نازل کیا[1]۔ صحابہ کے اقوال واجب العمل نہیں ہیں وہ بھی آدمی تھے اورہم بھی آدمی ہیں۔

قرآن کی خیات کے باب میں مسلمانوں کا مبالغہ

اس کے برخلاف مولوی علی بخش خان صاحب[2] مرحوم جو سرسید مرحوم کی مخالفت میں مشہو ہوئے تھے مسلمانوں کی عام تقلیدی خیال کی تائید میں کسی مسلمان سائل کی تسکین قلب کے لئے اپنے رسالہ موید القرآن میں یوں فرماتےہیں ۔" ہر سال رمضان شریف میں ایك بارجبرئیل امین حضرت رسالت پناہ پر قرآن شریف عرض کرتے تھے تاکہ جو آیت جس سورہ کی ہے وہ ترتیب میں درست رہے اورجو کچھ وسعت الفاظ کی قرات میں ہے وہ بھی معلوم ہوتی ہے اورحضرت کو بھی خوب یاد رہے اورحل

---

[1] جلال الدین سیطوی اپنی کتاب اتقان کے دسویں نوع میں انہی آیات کا ذکر کرتے ہیں جو صحابہ کی زبان پر وارد ہوئیں۔

[2] ضرورت ہے کہ ہم ان خیالات کی بھی تردید کریں جو ہماری تحقیق کے خلاف مقلدین کے علماء نے پرُانے رسمی عقیدہ کی حمایت میں ظاہر کئے ہیں۔ مولوی صاحب ممدوح چونکہ اسی گروہ کے بڑے لائق وکیل تھے اوران کا اردو رسالہ موید القرآن اسی بحث میں مشہورہی ہے اس لئے ہم نے بھی انہیں سے مخاطب ہونا مناسب جانا۔

مشکلات ہوتارہے اس حال میں وہ وسعت سبعتہ احرف کی بھی چلی آئی مگر جب ببرکت صحبت حضرت رسالت کے صحابہ کی زبان درست ہوگئی اورلغت واحد پرتلاوت کرنا سیکھ گئے اورعلم ان کا روزبروز بڑھتا گیا اور احادیث حضرت کے حفظ کرنے لگے تب زباندانی بھی قریش کی ہر قوم کے صحابی کو آسان ہوچکی تھی تو وسعت داباحت غ ضروری ہوگئی کیونکہ رفع علت سے معلول کا حکم بدل جاتا ہے اور ضرورت جاتی رہی تو وسعت بھی منسوخ ہوگئی اورایک ہی لغت پر پڑھنا جائز رہ گیا اوروہ یہی تھا جواب تک متواتر چلا آتا ہے اورہمارے پاس موجود ہے اسی کو ہم تلاوت کرتے ہیں اوراسی کو حضرت عثمان نے جمع کیا اوراسی کو زید بن ثابت نے رسول کریم کی حیات میں لکھا تھا اوریہی قرآن بعینہ صدیق اکبر کے زمانے میں جمع ہوچکا تھا اورایسا ہی حضرت حفصہ کے پاس بھی موجود تھا اورجس لغت پر اب موجود ہے یہی موافق اس عرض کے ہے جو سال وفات سرورکائنات علیہ الحتیتہ الصلواۃ میں دوبارہ جبرئیل امین نے سنایا اورپڑھا یا تھا۔اوربعض اصحاب اس عرص اخیرہ میں موجود بھی تھے اورحضرت پر چونکہ وحی نازل ہوتی رہتی تھی سلسلہ تنزیل کا جاری تھا لہذاعرصہ اخیرہ کے بعد ترتیب موجودہ قائم ہوئی اورتمام صحابہ جو حافظ قرآن تھے اور حضورمیں سید الانبیاء کے شرف صحبت اکثرحاص کرتے تھے ترتیب ولغت موجودہ کے عالم اور واقف تھے اسی لغت قریش کو کاتبین وحی اور حفاظ وعلماء وحی کے اہتمام سے مجمع صحابہ میں خلافت راشدہ میں جمع کرنے کا اتفاق ہوا اوراسی پر اجماع منعقد تھا اور ہے"۔صفحہ ۷، ۸ اس تقریر میں بہت سے دعوے کئے گئے ہیں۔

اس دعویٰ کے اجزاء کی تفصیل

(۱۔) کہ قرآن موجودہ کو زیدہ بن ثابت حضرت رسول کی حیات میں لکھ چکے تھے۔

(۲۔) کہ صحابہ میں قرآن کے حافظوں کی کثرت تھی بلکہ مولوی صاحب مرحوم نے اس کتاب کے صفحہ ۱۵ میں یہ فرمایا ہے " ہزاروں حافظ پورے قرآن کے موجود تھے "۔

(۳۔)کہ جو حافظ تھے وہ ترتیب ولغت موجودہ کے عالم تھے۔

(۴۔)کہ قرآن کےسات حرفوں میں سے ۶ حرف عرضہ اخیرہ میں حضرت کی حین حیات ہی میں منسوخ ہوچکے تھے۔

(۵۔)کہ لغت موجودہ موافق عرضہ اخیرہ کے ہے۔

(۶۔) کہ بعینہ یہی قرآن خلافت ِ صدیق اکبر میں جمع ہوچکا تھہ۔

(۷۔) کہ اسی قرآن کو جو صدیق اکبر اور حضرت حفصہ کے ہاتھوں میں تھا حضرت عثمان نے شائع کیا۔

(۸۔) کہ اسی قرآن پر اجماع اُمت منعقد ہوا ۔

ہم مانتے ہیں ۔ کہ اگر یہ چند دعوےٰ ثابت ہوسکیں تولاکلام قرآن کے اصلی ہونے میں کسی کومجال چون وچرا باقی نہ رہے مگر ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ یہ لن ترانیاں اپنے ہر جز میں ازسرتاپاباطل ہیں جیسا ہماری تحریر سے مبرہن ہوجائیگا ۔

فصل دوم۔ سبعتہ احرف

سب سے مسلمہ واقع قرآن شریف کی تاریخ میں یہی ہے کہ وہ ابتداً ء ساحت حروف پر نازل ہوا تھا۔جن میں سے اب صرف کوئی ایک حرف باقی رہ گیا جس سے مطابق ہونے کا قرآن مروجہ کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے۔

صحاح ستہ ایک زبان ہوکر بتلارہی ہیں کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ ا ن ھذا القرآن انزل علیٰ سبعتہ احرف فاقروا اما تیسر منہ یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے پس پڑھو۔ اس میں سے جو تم کوآسان لگے۔

مسلم ۔ کتاب فضیلۃ القرآن میں " اُبی بن کعب سے روایت ہے کہ نبی کریم بنی غفار تالاب پر تھے کہ ان کے پاس جبرئیل آئے اور کہاکہ اللہ تم کو حکم کرتا ہے کہ اُپنی اُمت کو قرآن ایک حروف پر پڑھاؤ حضرت نے فرمایا کہ میں اللہ کی معافی اوربخشش چاہتاہوں کیونکہ میری اُمت اس کی طاقت نہ رکھیگی (پر حضرت باربار یہ التجا کرتے رہے حتیٰ کہ) پھر آئے جبرئیل چوتھی مرتبہ اور کہاکہ اللہ عزوجل کم فرماتا ہے کہ تم اپنی اُمت کو قرآن سات حرفوں پر پڑھاؤ اوران میں سے جس حرف پر پڑھینگے وہی ٹھیک ہوگا"۔

یہاں سے کیسا صاف ظاہر ہے کہ قرآن اصلی سات حروف پر نازل ہوا تھا۔اورآنحضرت کے اصرارپر ایسا ہوا تھا۔ اورآنحضرت نے اس میں بڑی مصلحت دیکھی تھی پھر خدا نے حکم دے دیاکہ قرآن سات حروف پر پڑھا جاوے۔

سوال یہ ہےکہ وہ سات حروف کیا تھے؟ کوئی ایمان دار مسلمان اس کا جواب نہیں دے سکتا بلکہ کوئی یہ بھی نہیں بتاسکتا کہ یہاں حرف کے معنی کیا ہیں۔صاحب اتقان نےعلماء کے کوئی

.۴اقوال نقل کئے جوسب کے سب قیاسی اوراحتمالی رجماً بالغیب
ہیں ۔ وہ حروف تو دنیا سے ناپید ہوگئے کوئی ان کی نوعیت سے کیونکر
آگاہ ہوسکے۔ سلجھی ہوئی بات جو ہمارے ذہن میں آتی ہے اس کو
توہم یہاں بیان نہ کرینگے بلکہ صرف ہم یہ دکھلائینگے کہ مسلمانوں نے
اپنے مفروضہ عقائد کی بنء پر جوکچھ سمجھ رکھا ہے وہ غلط
اورتحقیق سے دور ہے۔ اوران کا اپنے قیاس لڑانا۔ ع

چوں ندید درحقیقت رہ افسانہ زوند

مولوی صاحب کے قیاس کا بطلان

کا مصداق ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مولوی
صاحب مرحوم نے جو ان مفقودہ احراف کی کیفیت بتلائی ہے وہ
یقینی باطل ہے۔آپ فرماتے ہیں " یہ تمام روایات کے جمع کرنے سے
یہ ثابت ہوتا ہے کہ واسطے آسانی مختلف فرقوں اوراقوام وقبائل
عرب کے اجازت پڑھنے کی بعض الفاظ کی نسبت اپنے اپنے محاورہ
کے موافق دی گئی تھی " صفحہ ۳" کچھ شک نہ رہا کہ وہ وسعت
واجازت اس قسم کی نہ تھی جس سے اختلاف معنی ہوتا ہو" ص ۶
اس سخن میں مولوی صاحب نے دوبڑی غلطیاں کی ہیں ایک تو
سبعتہ احرف کو" واسطے آسانی مختلف فرقوں واقوام وقبائل عرب"
فرمایا حالانکہ حدیث شریف میں جو ہم اوپر نقل کرچکے ۔
آنحضرت " اقوام وقبائل عرب" کا ذکر نہیں فرماتے بلکہ (ان امتی
لا تطیق ذالك) اپنی اُمت کی ضرورتوں کو پیش کرکے وسعتہ کے تہجی
میں اورظاہر ہے کہ قبائل عرب آپ کی اُمت کا صرف ایك چھوٹا سا
جز ہیں اوراُمت میں علاوہ عرب کے فارسی، ہندی، ترك، چینی
افغان، زنگی، مراقش وحبش سب شامل ہیں۔ پس وہ ضرورت خواہ
عرب کے لئے تھی یا عجم کے دوامی تھی ۔ اس لئے سبعتہ الاحرف
دوامی ٹھہرے اورنہ علت رفع ہوئی نہ معلول کا حکم بدلا۔

پس جبرئیل امین نے ارشاد فرمایا کہ " بیشك اللہ حکم
فرماتا ہے کہ تم اپنی اُمت کو قرآن سات حرفوں پر پڑھاؤ" توجب تك
اس حکم کا ناسخ حکم نہ دکھلایا جاوے وہ حکم کسی مولوی یا عالم
کے قیاس وظن سے منسوخ نہیں ہوسکتا۔اورحقیقت بھی یہی ہے کہ
وہ وسعت سبعتہ احرف کی کبھی منسوخ نہیں ہوئی ۔ کیونکہ
آنحضرت کے عہد میں وہ جاری رہی پھر خلیفہ اوّل کے عہد میں
جاری رہی اورپھر خلیفہ ثانی کے عہد میں بھی چنانچہ شیخ عبدالحق

صاحب محدث دہلوی شقت للمعات[1] میں بشرح حدیث جمع قرآن فرماتے ہیں۔ فانما نزل بلسا نهمه کیونکه قرآن نہیں نازل ہوا مگر انہیں یعنی قریش کی زبان اورانہیں کی لغت میں اوریه تو پہلے ہی معلوم ہوچکا ۔ قرآن دراصل لغت قریش میں نازل ہوا تھا اورآنحضرت کی التماس سے اس میں وسعت دی گئی ہے اوراجازت ملی که ہر شخص اپنی ہی زبان میں اس کو پڑھے ۔ مگراب اس وقت امیرالمومنین عثمان نے صحابه کی اتفاق رائے سے اورلوگوں کے اختلاف کے ڈرسے ان لغتوں کے ترك کرنے کا حکم دے دیاکه قرآن کو موافق لغت قریش کے پڑھیں"۔ پس جب وہ رخصت ووسعت سبعته احرف کی حضرت کے زمانه میں ہوئی اوروہ برابر حضرت عثمان کےعہد تج بحا ل رہی اورحضرت عثمان نے اپنی اوراپنے یاروں کی رائے سے اپنے وقت میں لوگوں کے اختلاف کے ڈر کے مارے سب لغتوں کو بجز ایك لغت قریش کےساقط کردیا توماحصل اس کا یه ہوا که وسعت سبعته احرف کا حکم تو خدا نے دیا جس کے آگے آنحضرت اوران کے دونو خلیفه سرتسلیم کرتے رہے مگرحکم خدا کو حضرت عثمان کی اجتہادی رائے نے منسوخ کردیا۔ پس مولوی صاحب مرحوم کافرمانا سراسر خطا ہے که " چھ لغت منسوخ ہوچکے تھے اوربعض نه واقف ان کو بعد نسخ کے بھی پڑھتے جاتے تھے" ۔ ان چھ لغات کو ناواقف نه پڑھتے تھے بلکه ابی بن کعب اورعبداللهء بن مسعود سےواقفکار اور وہ اسی لئے پڑھتے تھے که وہ لغات کبھی منسوخ نہیں ہوئے تھے۔ نه قابل منسوخ ہونے کے تھے۔

عرضه اخیره

مولوی صاحب مرحوم کا دعویٰ یه بھی ہے ۔ که جس لغت پر قرآن اب موجود ہے۔ یہی موافق اس عرض کے ہے جو سال ِوفات میں دوبارہ جبرئیل امین نے سنایا اورپڑھایا۔اس دعویٰ کی تائید میں آپ نے بسند قسطلانی یه حدیث پیش کی ۔ " عن ابی هریره قال کان یعرض علی النبی ﷺ القرآن کل علم مرة فعرض علیه مرتین فی العلمه الذی قبض ۔ یعنی ابی ہریره سے مروی ہے که قرآن ہر سال ایك بار نبی کے حضور میں پڑھا جاتا تھا اور سال وفات میں دوبارہ پڑھا گیا"(موید القرآن صفحه ۱۰)یه حدیث دعویٰ سے ذرہ بھی متعلق نہیں ہے مگر تعجب یه ہے که مولوی صاحب نے اس حدیث کی شرح

---

[1] صفحه ۳۱۔ فانما انزل بلسا نهمه زیرا که فرد نیا مده است قرآن مگر بزبان ایشاں وسا بقا معلوم شد که قرآن دراصل به لغت قریش فرود آمده بالتماس آنحضرت توسیع یافت درخصت آں شد که ہرکس به لغت خود بخواند الان امیرا المومنین عثمان باتفاق صحابه بخوف اختلاف مردم باسقاط آں لغات امرکرہمه راقرات به لغت قریش فرمود۔

میں ہم کو بزبان قسطلانی اس جگہ یہ بھی سنادیا۔ کہ " قسطلانی لکھتے ہیں۔ واختلف هل كانت العرضة الاخيره بجميع الاحرف السبعته وابحرف اواحد منها على الثانى فهل هو الحرف الذى جمع عليه عثمان الناس اوغيره" یعنی لوگوں نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ عرضہ اخیرہ سب ساتوں حرف کے ساتھ تھا یا صرف ایک حرف کے ساتھ اورپھر اگر یہ ایک حرف کے ساتھ تھا تو آیا وہ حرف وہی ہے جس پر عثمان نے لوگوں کو جمع کیا یا اس کے علاوہ کوئی اور۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ اختلاف اورچہ میگوئیاں کہاں سے پیدا ہوگئیں تم تو کہتے تھے کہ " بعض اصحاب اس عرضہ اخیرہ میں موجود تھے"۔ اگرایسا ہوتا تو اختلاف کی وجہ کوئی نہیں تھی۔اورپھر اس کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ سبعتہ احرف خلافت شیخین میں برقراررہتے اورعثمان کو ان کے ساقط کرانے کا تکلیف اٹھانا پڑتی۔ امرحق یہ ہے کہ نہ اس عرضہ اخیرہ کا ٹھکانا ہے اورنہ اس میں اس بات کی کوئی تصریح ۔ یہ سب کچھ ایک عقدہ کو حل کرنے کا بیسود حیلہ ہے اوربس ۔

جو لوگ صحیفہ عثمانی کی حمایت میں یہ کہتے ہیں ۔ کہ جبرئیل امین نے ساتوں حرف نہیں سنائی بلکہ صرف ایک اورکہ وہ ایک مطابق قرآن موجودہ کے ہے وہ زبردستی پر زبردستی کرتے ہیں اورمان لینے کی بابت یہی ہے کہ جب جبرئیل امین سات حرف پر قرآن لے کر نازل ہوئے اوراسی کے مطابق پڑھنے پڑھانے کا حکم خدا نے دیا اوراس حکم کو کبھی منسوخ نہیں کیا۔ لہذا جبرئیل امین کے ضروروہی ساتوں حرف اب تک بحال ہیں اوراس پربہت بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ ساتوں حرف خلافت شیخین میں مروج رہے اوربند نہ ہوئے تاوقتیکہ حضرت عثمان نے بالجبرلوگوں سے ان کو متروک نہ کرایا۔

اب سوال یہ ہے کہ ان سات حرف کی نوعیت کیا تھی۔ اوران میں کس قسم کا اختلاف تھا جس سے حضرت عثمان ڈرگئے؟

سات حرف کے اختلاف کی نوعیت

مولوی علی بخش خاں صاحب مرحوم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ " کچھ شک نہ رہا کہ وہ وسعت واجازت اس قسم کی نہ تھی جس سے اختلاف معنی ہوتا" صفحہ ۲ ہم ابھی دکھلائیے دیتے ہیں کہ سچی بات وہی ہے جس کا مولوی صاحب نے انکارکیا اوریہ سبعتہ احرف باہم لفظ میں بھی مختلف تھے اور معنی میں بھی اوراس درجہ مختلف تھے کہ ایک ہی سورۃ کی دو مختلف قراۃ پڑھنے

والے ایک دوسرے کو جھوٹا اورقابل تعزیر سمجھتے تھے بلکہ ہم کو تو یہ معلوم ہوتاہے کہ وہ سات حروف بمنزلہ سات جدا جدا قرآنوں کے تھے جن کے مجموعہ کا نام قرآن تھا جس میں کا ہر ایک حرف صرف ساتواں حصہ قرآن کا متصور ہوسکتا تھا۔ نہ کہ کل قرآن۔

عمروہشام کی تکرار

مسلم کتاب فضیلتہ[1] القرآن میں اورنیز مشکواۃ میں۔ عبد الرحمٰن عبدالقاری سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کو یہ کہتے سنا کہ میں نے ہشام بن حکیم کوسورۃ فرقان اورلوگوں سے خلاف پڑھتے سنا اوررسول اللہ مجھ کویہ سورۃ پڑھا چکے تھے سو میں قریب تھاکہ اس سے بھڑ جاؤں مگر میں نے اسے مہلت دی یہاں تک کہ وہ پڑھ چکا پھر میں اس کی چادر اس کے گلے میں ڈال کر اس کو رسول اللہ تک کھینچتا لا یا اور کہا اے رسول اللہ نے اس سے سورۃ فرقان سنا خلاف اس کے جیسی آپ نے مجھے پڑھایا پس رسول اللہ نے کہا اس کو چھوڑدے اوراس کو کہا پڑھ پس اس نے پڑھاویسی ہی جیسا میں نے اس کو پڑھتے سنا تھا اس پر رسول اللہ نے کہا کہ یہ سورۃ اسی طرح اُتری ہے۔ پھر مجھ سے کہا تو بھی پڑھ تو میں نے پڑھا پھر فرمایا یہ سورۃ ایسی ہی اتری ہے ۔ اوربیشک قرآن تو سات حرف پر نازل ہوا ہے پس ان میں کا جو حرف آسان معلوم ہو اسی کو پڑھو"۔

سنن نسائی[2] میں بھی یہی حدیث ہے ۔ وہاں اس اختلاف کی نوعیت کچھ زیادہ صراحت سے بیان ہوئی ۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہشام نے سورۃ فرقان کے اندرکچھ ایسے حروف پڑھے دئیے جن کونبی کریم نے مجھے نہیں پڑھایا تھا۔میں نے ہشام سے پوچھا تجھ کو یہ سورۃ کس نے پڑھائی وہ بولا رسول اللہ نے میں نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے رسول اللہ نے تجھ کو اس طرح کبھی نہیں پڑھایا"۔

---

[1] صفحہ ۳۲۔ عن عبدالرحمن بن عبدالقاری قال سمت عمر بن خطاب یقول سمعت ہشام بن حکیمہ بن خرام یقرء سورۃ لفرقان علی غیر ما اقراھا وکان رسول اللہ اقراینھمہ فلدن ان عجل علیہ ثما مھلتہ حتیٰ انصرف ثمہ لببۃ بردآئہ فحبت بہ رسول اللہ فقلت یا رسول اللہ انی سمعت ھذا یقراء سورۃ الفرقان علی غیر ما اقراتیھما فقال رسول اللہ ھذا انزلت ثمہ قال لی اقرا فقرات نقال ھذا انزلت ان ھذا القران انزل علیٰ سبعہ احرف فاقرؤا اماتیسرا منہ (ایضاً نمبر۲)۔

[2] صفحہ ۳۳۔ عن عمر بن الخطاب قال سمعت ہشام بن حکیمہ بن خوام یقرا اسورۃ الفرقان فقرا فیھا حرو فالمہ ین نبی اللہ اقراینھمہ قلت من اقراک ھذا السورۃ قال رسول اللہ الخ نسائی ماجاء فی القرآن)

اس باب[1] میں اسی مضمون کی دوسری روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے ہشام کو یہ سورۃ نماز کے وقت پڑھتے سنی تھی آپ کہتے ہیں " وہ اس سورۃ کو بہت سے ایسے الفاظ کے ساتھ پڑھ رہا تھا جو مجھ کو رسول اللہ نے نہیں پڑھائی تھی اورمیں قریب تھا کہ نماز پڑھتے ہی میں اس پر حملہ کردوں ۔ مگر میں نے صبر کیا اوراس کو سلام پھیر لینے دیا اورتب اس کی چادراس کے گلے میں ڈال کر پوچھا کہ بتاتجھ کو کس نے پڑھائی یہ سورۃ جو پڑھتے ہوئے تجھے میں نے سنی۔ اب اس داردگیر سے اس بات کا صاف پتہ لگ جاتا ہے کہ عمروہشام کے قرات سورۃ فرقان کے درمیان کوئی بڑا فرق تھا یعنی ہشام کی قرات میں کچھ ایسی عبارتیں موجود تھیں جو عمر نے نہ سنی تھیں اورجس کی نسبت وہ یہ بھی باور نہ کرسکتے کہ رسول ِ خدا نے پڑھائی ہونگی اورانہوں نے اپنے سورۃ فرقان میں اورہشام کے سورہ فرقان میں ایسا عظیم اختلاف پایاکہ بلاتامل ہشام کی تکذیب کی اورگو وہ نماز کی حالت میں تھا"۔

[1] صفحہ ۔ ۳۲۔ عن عمربن الخطاب بقول سمعت ہشام بن حکیم یقرا سورۃ الفرقان فی حیرۃ رسول اللہ فاسعت لقراتہ فاذا ہویقر ء ھا علیٰ حروف کثیرۃ لمہ یقرا تیہارا رسول اللہ فکدت اساورہ فی الصلواۃ فتصبرت حتیٰ سلم فلما اسلم لببتہ بردابہ فقلت من اقراء ہذہ السورۃ التی سمعتاع تقراھا فقال اقراتیھما رسول اللہ فقلت بت الخ نسائی ایضا ًنمبر۵)

توبھی اس پر حملہ کر ہی دیا ہوگا اگر بہت بڑا عنبط نہ کرسکتے اورپھر فوراً اس کی گردن میں چادر ڈال کر کشا ں کشاں اس کو حضرت تک لائے اوربرابر اس کو جھٹلاتے رہے۔

اب اگر کوئی شیعہ نہ ہو اورحضرت عمر کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہو تو وہ ضروریہ کہیگا کہ آپ کا غصہ طفلانہ نہ تھا۔ دراصل دونو قراتوں میں ایک عظیم اختلاف تھا اورتاوقتیکہ اس کا سر ان پر ظاہر نہ ہو وہ اس حالت میں صبر نہ کرسکتے تھے اورہمارے لئے حضرت عمر کا یہ قضیہ اور غصہ اوران کا ہشام کو جھٹلانا اوراس طرح سختی سے پیش آنا بآوازدہل پکاررہا ہے کہ اس اختلاف قرات کی نوعیت اہم قسم کی تھی اورویسی ہلکی نہ تھی جیسا مولوی علی بخش خان صاحب مرحوم حامیان مصحف عثمانی کے ہم زبان متلاشیان حق کی روک تھام کرنے کو فرماتے ہیں ۔ اگر اس وقت ہمارے پاس سورہ فرقان کی دونو قرائتیں موجود ہوتیں تو یہ راز کھل جاتا مگر افسوس وہ دونو مفقود ہوگئیں اورجوموجود رہی اس کی نسبت یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ موافق ہشام کے ہے یا عمر کے بلکہ اغلب یہ ہے کہ وہ دونو سے ناموافق ہے۔

قرات قرآن کے اس عظیم اختلاف کے اوربھی بہت قصے ہیں۔

ابی بن کعب سے ایک مسلمان کی تکرار

مسلم باب ہذا ونیز مشکواۃ[1] میں " ابی بن کعب سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص داخل ہوا اورنماز پڑھنے لگا اوراس نے ایک ایسی قرات پڑھی جس کا میں نے انکارکیا پھر ایک اور شخص آیا اس نے بھی ایک قرات پڑھی جو اس کے ساتھی کی قرات سے بھی مختلف تھی جب ہم لوگ نماز پڑھ چکے ہم سب رسول اللہ کے پاس پہنچے میں نے کہا اس شخص نے ایک ایسی قرات پڑھی تھی جس کا میں نے انکارکیا اوردوسرا آیا اس نے اپنے ساتھی کی قرات سے بھی مختلف قرات پڑھی۔ پس رسول اللہ نے دونو کو پڑھنے کا حکم دیا اورجب انہوں نے پڑھا تو روا رکھا نبی اللہ نے دونو قراتوں کو ٹھیک کہا۔ پس میرے دل میں ایک تکذیب پیدا ہوئی ایسی کہ جو زمانہ جاہلیت میں بھی پیدا نہ ہوئی تھی "۔ پھر حضرت نے اس کو بھی وہی بات سمجھادی کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا۔

ابی بن کعب کی پریشانی

قرات قرآن کا یہ اختلاف اس غضب کا تھاکہ ابی بن کعب سا علم قرآن کا عالم بے مثل اس طرح گھبراتا اوربد اعتقادہوجاتا تھا ۔ چنانچہ سنن نسائی کے اسی باب میں " ابی بن کعب سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جیسے میں مسلمان ہوا کوئی بات میرے دل میں ایسی نہیں کھٹکی جیسی یہ بات کہ میں توایک آیت کو ایک طرح پڑھتا تھا اوردوسرا اس کو دوسری طرح میں کہتا تھا کہ مجھ کو رسول اللہ نے اس طرح پڑھایا اوردوسرا کہتا تھاکہ مجھ کو بھی رسول اللہ نے اس طرح پڑھایا ہے"۔

[1] صفحہ ۳۴۔ عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجدہ فعہ خل رجل وصلی فقرء اقراۃ ذکر بتھا۔ علیہ ثمہ دخل آخر فقرے اقراء صاحب ، ذلما قضینا الصلواۃ خلنا۔ جمعیاً علی رسول اللہ ◻ فقلت ان ھذا اقراء قراۃ تہھا علیہ ودخل آخرفقرہ قراۃ سولہ قراۃ صاحب فامرھمہ رسول اللہ ◻ فقر الخسن النبی ◻ شانھمہ افقد مانی نفسی من التکذیب ولا ذکنت فی الجاھلۃ الخ (ایضاً نمبر۲، ۳)۔

ابن مسعود کی پریشانی

اسی طرح بخاری سے مشکواۃ میں[1] باب فضائل القرآن " ابن مسعود سے روایت ہے کہ کہا کہ میں نے ایک شخص کو پڑھتے سنا اورمیں نے نبی کو اس کے خلاف پڑھتے سنا تھا۔ پس میں اس کو لے کر نبی کے پاس آیا اوران کو اس بات کی خبرکی ۔ میں نے آپ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثارپائے مگرآپ نے فرمایا دونو ٹھیک پڑھتے ہو۔

اب غو کرنا چاہیے کہ کتنا بڑا اختلاف قرات قرآن میں اس وقت تھاکہ بڑے بڑے جید صحابہ دست گریبان ہوتے تھے اورہر ایک دوسرے کی تکذیب کرتے اورخود بداعتقاد ہوجاتے تھے اوراس اہم اختلاف کو مولوی علی بخش صاحب مرحوم ان الفاظ میں ٹال کر گویا بچوں کو بہلاگئے"۔ اجازت پڑھنے کی بعض الفاظ کی نسبت اپنے اپنے محاورہ کے موافق دی گئی تھی"۔ صحفحہ ۳ یہ حق کو پوشیدہ کرنا ہے بلکہ زیادہ سزاوارتویہ تھاکہ سرپر ہاتھ رکھ کر روتے کہ قرآن اسی نعمت اوراس کے سبعتہ احرف جو اس عاجز اُمت پر بدولت شفاعت رسول ازراہ ترحم نازل ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی بداحتیاطی سے ضائع ہوگئے اوروہ ایک فضل سے محروم رہے۔

مولوی صاحب اس طرح باتیں بناتے ہیں " خاص قریش کے محاورہ پر جو قرآن نازل ہواہے اس کی پابندی تمام عرب کی اقوام مختلف مقاموں کے رہنے والوں سے فوراً نہیں ہوسکتی تھی"۔

"عرب میں جو قرآن شریف خاص لسان قوم فصیح وبلیغ قریش کے محاورہ پر نازل ہوا تھا۔ تو یہ دیگر اقوام کے لوگ جو بجائے کسی لغت قریش کے دوسری لغت بولنے کے عادی تھے یا اسی لغت کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ بول رہے تھے گھبرانے لگے "۔صفحہ ۴۔

اب جو لوگ ہمارے اُوپر کے مضمون میں یہ بات خوب سمجھ کر پڑھ چکے کہ لڑنے جھگڑنے والے ایک دوسرے کی تکذیب کرنے والے بے اعتقاد ہوجانے والے یا بقول مولوی صاحب " گھبرانے" والے حضرت عمراورابی بن کعب اورہشام سے اشخاص تھے جو خاص لسان قوم فصیح وبلیغ قریش "بولنے والے قوم قریش سے تھے کہ " مختلف مقاموں کے رہنے والے" دوسری لغت بولنے کے عادی " تو وہ مولوی صاحب کی توجہیات باطلہ سے کیسے متحیر ہونگے۔

---

[1] صفحہ ۳۵۔ عن بن مسعود قال سمعت رجلا قراء سمعت النبی یقرا خلا فها فجت به النبی واخبرته معرفت فی وجهه الکراهیۃ فقال ولکما محسن باب فضائل القرآن مشکواۃ۔

دیکھو حضرت عمربھی قریشی تھے اور ہشام بھی قریشی تھے اور نہ صرف ایك ہی جگہ کے رہنے والے بلکہ ایك ہی قبیلہ کے شریك دیکھو (اتقان جلد اول صفحہ .۵ مصری) ایك قریشی سورہ فرقان کو ایك طرح پڑھ رہا ہے دوسرا قریشی دوسری طرح ۔ ایك قریشی کے ہاتھ میں چادر کے دوپلو ہیں دوسرے قریشی کی گردن میں چادر کا لپیٹ ۔ ایك قریشی دوسرے قریشی کو گھسٹیتا ہوا چلا جاتا ہے مگرمولوی صاحب یہی کہتے ہیں کہ اختلاف کرنے والے وہ تھے جو زبان قریش کی پابندی سے عاجز تھے اوران کی قراتوں میں معنی کا کچھ اختلاف نہ تھا۔

اب جب یہ بتلایا گیاکہ تنازعہ تو خود قریشیوں کے درمیان تھا تو مولوی صاحب زبردستی یہ فرماتے ہیں کہ " ہشام نے غیرلغت قریش پراس لغت کو پڑھا ہوگا" صفحہ ۲۲۔

اب ہم " اس ہوگا" کیا جواب دیں ۔ مولوی صاحب ہی کو بتلانا چاہیے تھا"۔ کہ کسی قریشی کو اپنی فصیح وبلیغ زبان ترک کرکے غیر قریشی قرات پڑھنے اورقریشی قرات سے ناواقف ہونے کیا کیا احتیج بلکہ شامت لاحق ہوئی تھی۔

بعض لوگوں کے اس خیال کی کہ قرآن قریشی لغات پر بھی نازل ہوا تھا۔ ابن قتیتہ نے تردید کی ہے چنانچہ اتقان جلد اول صفحہ .۵ میں ان کا یہ قول ہے قال لمہ ینزل القرآن الا بلغۃ قریش وردہ بقولہ تعالیٰ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ فعلے ھذا تکون ہغات السبع فی بطون قریش وبذالك جزم ابوعلی الاھوازی ۔ یعنی قرآن ہرگز نہیں نازل نہیں ہوا مگر صرف لغت قریش میں اورجو خیال اس کے خلاف ہے اس کی تردید خدا کے اس قول سے ہوتی ہے کہ ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر وہ اپنی قوم کی زبان بولتا تھا۔ پس اس دلیل سے وہ ساتوں لغات قریش کے اندرہی اندر تھیں اوراسی پر ابوعلی نے زوردیا ہے۔

الحاصل ان چند واقعات سے جو ہم نے اُوپر بیان کئے ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ

(الف)۔ قرآن سات حروف پر نازل ہوا تھا۔ کہ

(ب)۔ یہ حرف آپس میں بہت ہی مختلف تھے۔ کہ

(ج)۔ یہ سب برابر واجب التعظیم تھے۔ اورکہ ان میں کسی ایك کو دوسرے پر ترجیح نہ تھی۔ کہ

(د)۔ یہ سب برابر خلیفہ ثالث کے عہد تك جاری رہے کہ

(٥) ان میں سے چھ حروف کو اپنی ذاتی رائے سے حضرت عثمان نے ساقط کردایا۔

پس ہم کو یہ ماننا پڑاکہ وہ قرآن جو حضرت پر نازل ہوا وہ ہفتگانہ قرآن تھا اورلفظ قرآن کا اطلاق حقیقت میں ان ساتوں حروف کے مجموعہ پر ہوتا تھا۔ اوراب جو قرآن موجود ہے یعنی صحیفہ عثمانی وہ زیادہ سے زیادہ صرف کسی ایک حرف پر مشتمل ہے اوراس لئے اگر بہت رعایت کریں تو اس کو صرف ایک ساتواں حصہ سالم قرآن کا کہہ سکتے ہیں اگر صحاح ستہ کی چھ کتابوں میں سے پانچ ضائع ہوجائیں۔ اورحرف کوئی ایک باقی رہے ۔ تو ہم اس کو بھی صحاح کا صرف ایک چھٹا حصہ کہینگے یہ عذرنہ سنیں گے کہ چونکہ ان میں ہزاروں حدیثیں مشترک تھیں ۔ اوربعض میں کچھ تھوڑا ہی لفظی ومعنوی تفاوت تھا اس لئے وہ بیکار تھیں اوراچھا ہوا جوضائع ہوگئیں۔

فصل سوم۔ جمع وترتیب ِقرآن

وقت وفات نبی کریم قرآن غیر مکتبو وغیر مجموع تھا

مولوی صاحب مرحوم کا دعویٰ ان الفاظ میں ہے"۔ اب جو قرآن مجید ہاتھوں اورہمارے دلوں میں محفوظ ہے نہ اس میں کچھ کمی ہوئی ہے نہ زیادتی نہ تحریف لفظی نہ خلاف عرضہ اخیرہ جبرئیل کے ہے۔ ہمارے رسول کریم اسی کو چھوڑگئے ہیں نہ اس سے زیادہ ۔صفحہ ۹۔

قرآن شریف کے حق میں مسلمانوں کو یہ صرف خوش اعتقادی ہے اوربس جوواقعات صحیہ کے سامنے زائل ہوجاتی ہے۔

جامعین قرآن

زید بن ثابت جن کی بابت ہم کو بتکرارسنایا جاتاہے کہ انہوں نے " اسی قرآن کو حضرت رسول کریم کی حیات میں لکھا تھا "۔ خودانہیں سے اتقان[1] نوع ۱۹میں مروی ہے کہ " وفات پائی نبی کے وقت قرآن کسی شئے میں جمع نہ تھا" پس سب سے پہلے قرآن کویکجا جمع کرنے کی صحابہ کو بعد وفات حضرت سوجھی چنانچہ اس جگہ اتقان[2] میں روایت ہے ۔ کہ " حضرت علی نے کہا جب نبی کریم نے وفات پائی تو میں نے قسم کھائی کہ میں اپنے بدن پر چادرنہ ڈالونگا

---

[1] صفحہ ۳۷۔ عن زید بن ثابت قال قبض النبی عایه وسلم ولمه یکن القرآن جمع فی شئے (اتقان نوع ۱۹)۔

[2] صفحہ ۳۷۔ من طریق ابن سیرین قال قال علی لما رسول اللہ لیت انلا آخذ علی□ ردائی لا بصلواۃ جمعۃ حتے اجما القلان فجمعه رایضاً نمبر۱۰)۔

مگر نماز جماعت کے واسطے جب تک کہ قرآن جمع نہ کرلوں اورانہوں نے قرآن کو جمع کرلیا۔

اس جگہ اس روایت کے ہم معنی ایک دوسری روایت ہے ۔ عکرمہ[1] سے کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو حضرت علی اپنے گھر بیٹھ رہے اورجب ابوبکر نے علی سے اس بات کی شکایت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ " میں نے دیکھا لوگ کتاب اللہ میں زیادتیاں کرتے ہیں۔ پس میرے دل نے مجھ کو یہ سجھائی کہ میں چادر نہ اوڑھوں بجز نماز کے لئے جب تک میں کتاب اللہ کو جمع نہ کرلوں اورتب ابوبکر نے کہا بہت خوب تھا جو تم نے سوچا"۔

چنانچہ انہی روایات کے مطابق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکواۃ میں بعد حدیث جمع عثمانی کے بضمن تنبیہ[2] یوں فرماتے ہیں کہ " لوگوں نے کہا ہے ۔ کہ حضرت

---

[1] صفحہ ۳۷۔ عن عکرمۃ قال لما کان بعد بیعت ابی بکرتعد علی ابن ابی کعب فی بیتہ فقیل لا ابی بکر قد کرہ بیعتک فارسل الیہ فقال اکرہت بیعتی قال لا واللہ قال ما اقعدک عنی قال ایت کتاب اللہ یزاد فیہ فحدثت نفسی ان لاالبس دائی حتے اجمعہ قال لہ ابوبکر فانک نعم مارایت (ایضا نمبر۱۰)۔

[2] آورد اند کہ علی جمع کرد قرآن رابہ ترتیب نزول وگفتہ اندکہ اگرآں مصحف معمول شدے ومشہور گشتے علم کثیر ازاں حاصل شدے (اشعتہ اللمعات باب فضائل القرآن تنبیہ)۔

علینے بھی ایک قرآن حسب ترتیب نزول جمع کیا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ اگر وہ صحیفہ جاری رہتا اور مشہور ہوجاتا تو اس سے بہت بڑے معلومات حاصل ہوتے"۔ اب اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا اس قرآن کا کیا حشر ہوا جو حضرت علی نے عین وفات نبی پر اس دلسوزی سے اورمحض اس غرض سے جمع کیا تھاکہ لوگوں کو کتاب اللہ میں زیادتیاں کرنے سے روکیں۔

اسی طرح اس جگہ اتقان میں بحوالہ کتاب المصاحف ابن اشتہ ابن بریدہ سے روایت[3] ہے درج ہے کہ " انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے جس شخص نے قرآن کو مصحف میں جمع کیا وہ سالم مولیٰ ابن حذیفہ تھا"۔ یہ قرآن بھی صفحہ ہستی پر موجود نہیں رہا۔

اسی طرح صحیفہ عثمانی سے پہلے دواورمشہورنسخہ قرآن موجود تھے ایک جمع کیا ہوا حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اورایک حضرت ابی ابن کعب کا۔ ان نسخوں کا حال ہم آگے چل کر کچھ مفصل بیان کرینگے۔

---

[3] صفحہ ۳۷۔ عن ابن بریدۃ قال اول من جمع القرآن فی مصحف سالمہ مولی ابن حذیفۃ (ایضاً نمبر۱۱)

حضرت ابوبکر کا قرآن

انہیں معززجامین قرآن کی تقلید میں قرآن جمع کرنے کی اشد ضرورت حضرت عمر نے بھی محسوس کی اورخلیفه وقت حضرت ابوبکر کو سجھائی اورایک حد تک کامیاب بھی ہوئے ۔جن جن مشکلوں کا ان کو سامنا کرنا پڑا ان سے اظہر الشمس ہوجاتا ہے کہ قرآن کےمتن موجودہ کی اصلیت کیا ہے۔ مشکواتۃ میں بحوالہ وبخاری یہ روایت[1] ہے (فضائل القرآن) "زید بن ثابت نے کہا مجھ کو ابوبکر نے زمانہ قتال اہل یمانہ میں بلوایا اس وقت عمر بن خطاب ان کے پاس موجود تھے۔ ابوبکر نے (مجھ سے) کہا کہ عمر میرے پاس آئے اورکہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن کے قاری کثرت سے قتل ہوگئے اورمجھ کو ڈرہے کہ تمام ملکوں میں اسی طرح قاری مارے جاویں اوربہت سا حصہ قرآن کا ضائع ہوجائے۔ میری یہ رائے ہے کہ تم حکم دو کہ قرآن جمع کیا جاوے (ابوبکر بولے) میں نے عمر سے کہا تم کیوں کروہ کام کرنا چاہتے ہو جس کو خود رسول اللهہ نے نہیں کہا اس پر عمرنے جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ کارخیر ہے اوروہ اس بات پر مجھ سے برابر جھگڑتے رہے حتیٰ کہ خدا نے میرے دل کو بھی اس کام کےلئے کھول دیا اورمیں نے بھی اس میں وہی مصلحت دیکھی جو عمر دیکھتے تھے۔ زید کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر نے کہا توایک جوان عاقل ہے ہم تجھ پر کوئی الزام نہیں لگاسکتے اورتووحی کو رسول اللهہ کے لئے لکھا کرتا تھا۔ پس توجا بجا کھوج کرقرآن کی اوراس کو جمع کر۔ (زید کہتے ہیں) لیکن قسم ہے خدا کی اگر وہ لوگ مجھ سے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ٹال دینے کاحکم کرتے تو وہ مجھ کو اتنا بھاری نہ معلوم ہوتا جتنا کہ قرآن کو جمع کردینے کا کام (زید کہتے ہیں) میں نے کہا

---

[1] صفحہ ۳۸۔ عن زید ابن ثابت قال الرسل الی ابوبکر مقتل اہل یمامۃ فاذ عمر بن الخطاب عندہ قال ابوبکر ان عمرا تانی فقال ان القتل قد استحرا یوم الیمامۃ بقراء القرآن وانی اخشی ان استحرا القتل بالقراباً المواطن فیذھب کثیر من القرآن واریٰ ان تامر لجمع القرآن قلت نعمہ کیف تفعل شیئا لمہ یفعلہ رسول اللہہ فقال عمر ھذا واللہہ خیر فلمہ یزل عمرا جعنی حتی شرح اللہہ مددی نذالک وروایت فی ذالک الذی رای عمر قال زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لا فتھک وقد کنت تکتب الوحی الرسول اللہہ فتعبع القرآن واجمعہ فواللہہ لو کالفرنی نقل جیل من الجبال ماکان اثقل علی، مما امرنی بہ من جمع القرآن قالت لا بی بکر کیف تفعلون شیعالمہ یفعلہ رسول اللہہ قال ھود اللہہ خیر فلمہ یزل ابوبکر یرا جعنی حتی شرح اللہہ صدری ا للہذی شرح لہ صدرابی بکرو عمر وفتتبعت القرآن اجمعہ من العسب وا للہخاف وصدور الرجال حق وجدت اخر سورۃ التوبہ مع ابی حزیمۃ الابصاری لما جدھا مع احد غیر لقد جاء کمہ رسول من انفسکمہ حتے خاتمہ براء وکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفا اللہہ ثمہ عند عمر حیاتہ ثمہ عند حفصۃ بنت عمر (مشکواۃ فضائل القران)

کہ تم کیونکر وہ کام کرتے ہو جس کو خود رسول اللہ نے نہیں کیا۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم وہ کارخیر ہے اورابوبکر اس بات پر برابر مجھ سے جھگڑتے رہے حتیٰ کہ خدا نے اس کے لئے میرا دل بھی کھول دیا جیسا ابوبکر اورعمر کا دل کھولا تھا۔ میں نے جابجا قرآن کو کھوج کیا اورجمع کیا اس کو کھجور کے پتوں سفید پتھر کی تختیوں اورآدمیوں کے سینوں سے اوروہ آخر سورۃ توبہ کا ابی حزیمہ انصاری کے پاس اورمجھ کو وہ سوائے اس کے کسی اورکے پاس نہ ملا (وہ یہ ہے) لقد مباء کعہ رسول سے سورۃ توبہ کے آخر تک پس یہ صحیفہ (جومیں نے جمع کیا) ابوبکر کے پاس رہا اورجب خدا نے ان کو وفات دی تو عمر کے پاس رہا ان کی حیات میں پھر حفصہ دختر عمر کے پاس رہا"۔

اس حدیث سے چند اموریہ پایہ ثابت کوپہنچتے ہیں ۔

۱۔ یہ کہ قرآن اس سے پہلے کسی صورت میں جمع نہ تھا۔ سب متفرق تھا۔کچھ کہیں ۔کچھ کہیں۔

۲۔ یہ قرآن کا حفظ بیشتر حافظوں کی وجود یعنی صدور الرجال پر منحصر تھا اورحافظوں کی موت گویا قرآن کا اتلاف تھا۔

۳۔ یہ کہ قرآن ایک کتاب میں جمع کرنا زمان آنحضرت میں خلاف منشاء رسول سمجھا جاتا تھا۔ اوراب جو اس کام کا قصہ کیا تو وہ ایک بدعت معلوم ہوتی تھی جس پر خود ابوبکر صدیق اورزیدبن ثابت کا تب وحی معترض ہوتے تھے اورصرف حضرت عمر کے اصراراورانکے رُعب نے ان کو اس پر راضی کیا۔

۴۔ یہ کہ قرآن کی آیات انتہا درجہ منتشر تھیں۔ کچھ کاغذ کے پرُزوں پرکچھ ہڈیوں کے ٹکڑوں پر کچھ کھجورکے پتوں پر اورزیادہ تر لوگوں کے سینوں میں جن کو جابجا کھوج کرکےنکالنا پڑا اورپھر ایک جگہ جمع کیا۔

قرآن کا جمع کرنا امر محال

۵۔ یہ کہ ان سب اجزا متفرقہ کوبہم پہنچانا اورکسی ترتیب سے ایک کتاب کی صورت میں جمع کرکے لکھ لینا صریحاً ایک ایسا محال امر تھا کہ زید بن ثابت جو اس کام کے لئے خاص طورسے قابل سمجھے گئے تھے انہوں نے اس کو پہاڑ اٹھا کر ٹال دینے سے بھی زیادہ مشکل ودشوار کہا اورکہ ان کا یہ فرمانا کچھ مبالغہ نہ تھا۔ بلکہ سراسر راست بےکم وکاست اس کی تصدیق انہوں نے خدا کی قسم کھاکر جس کا اعتبارنہ کرنا بے ایمانی ہے۔

۶۔ یہ کہ بہت سے نامورقاری مرچکے تھے جن کے ساتھ ضروربہت کچھ قرآن کا تلف ہوچکا تھا۔

۷۔ یہ کہ جمع وترتیب قرآن محض ایک اجتہادی بات تھی۔ سہو وخطا کے تابع اورکہ نہایت محفوظ گمان یہی ہے کہ ایسے دشوار بلکہ محال کام کے انجام دینے میں کامیابی نہیں ہوئی ۔ اوراس بات کا کوئی ضامن نہیں ہواکہ سارے کا سارا قرآن جو وقت وفات آنحضرت تک لوگوں کو پہنچ چکا تھا۔ صحیفہ ابوبکرمیں ضبط تحریر میں آگیا۔

قرآن کی حفاظت کے کمزوروسائل

۸۔ یہ کہ ضبط قرآن کے وسائل جو اس وقت مسلمانوں کوبہم پہنچے ہوئے تھے ازحدناکارہ اوربودے تھے جن سے کمزوراور بے اعتبارتر ہمارے ذہن میں آنہیں سکتے۔ اب ضرورہے کہ ہم ناظرین کو یہ سمجھا دیں کہ کتابت تحفظ قرآن کا کوئی محکم آلہ نہ تھا۔ صحابہ میں پڑھے لکھے النادرکالمعدوم تھے اوریہ جوباربار کہا جاتا ہے کہ قرآن کو" زید بن ثابت نے حضرت رسول کی حیات میں لکھا تھا"۔ یہ محض ایک فرضی خیال ہے۔ صرف حضرت ابوبکرکے اس قول پرمبنی کہ آپ نے زید سے کہا " تو وحی کو رسول اللہ کے لئے لکھا کرتا تھا"۔ کیونکہ جب ہم زید بن ثابت کی قابلیت تحریر کی کیفیت معلوم کرتے ہیں تو یہ عقدہ بھی حل ہوجاتا ہے ۔ زید مدینہ میں آکر مسلمان ہوئے اوربالکل صاحبزادہ تھے۔ قلم پکڑنا بھی نہ جانتے تھے حضرت کی جو کچھ کتابت کا کام تھا وہ یہود کرتے تھے۔ پس بتاؤ کہ چودہ پندرہ برس اس سے پہلے وحی قرآن کس نے لکھی۔ حضرت کاایک کاتب عبداللہ ابی سرج تھا حضرت عثمان کا عزیز جس کی جان بخشی حضرت عثمان نے کرائی تھی۔ یہ مرتد ہوکر مکہ والوں سے مل گیا اورصاف اقبال کرتا تھاکہ " میں قرآن کو بحکم حضرت محمد لکھاکرتا تھا۔ اورجیسا چاہتا تھا بدل کرلکھ دیتا تھا"۔ مغازی الرسول واقدی صفحہ ۵۴۔ ایک اورکاتب بنی نجار سے اس کی نسبت بھی کتاب صفات المنافقین میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ وہ مرتد ہوکر بھاگ گیا اوراہل کتاب سے جاملا۔ اوروہ لوگ فخریہ کہتے تھے۔ دیکھو ہ محمد کا منشی ہے۔ جب مومنوں میں اہل قلم کا یہ توڑا ہوا اورایسی ایسی ناکامیاں ہوئیں تو مصلحت اسی میں دیکھی گئی کہ قرآن لکھا ہی نہ جاوے ایمانداروں کے سینہ میں محفوظ رہے اورایسا ہی ہوا۔ مگر دقتوں کودیکھ کر اتنے زمانہ بعد حضرت نے زید بن ثابت کو راغب کیا کہ وہ اہل کتاب سے کچھ تھوڑا لکھنا پڑھنا سیکھ لیں۔ چنانچہ وہ خود روایت کرتے ہیں ۔ عن زید بن ثابت امرنی

رسول فتعلمت له کتاب یہود قال انی واللہ ما امن یہود علی کتابی فتعلمته فلمه یمربی لا نصف شهر حتی حذ قته فلنت اکتب اله اذا کتب واقراله اذا کتب الیه (سنن ابوداؤد کتاب العلم) یعنی مجھ کو رسول اللہ نے حکم کیا کہ تو میں نے یہود سے لکھنا سیکھنا کیونکہ آپ نے فرمایا تھاکہ خدا کی قسم مجھ کو ہر گز اس کا اعتبار نہیں جو یہودی میرے لئے لکھتے ہیں۔ پس میں نے لکھنا سیکھا اورآدھا مہینہ نہیں گذرنے پایاکہ میں لکھنے میں ماہر ہوگیا۔اورپھر جوکچھ آپ لکھواتے میں لکھ دیتا اورجب کوئی تحریر آپ پاس آتی تواس کو پڑھ دیتا۔ پس معلوم ہواکہ اس زمانہ میں زید بن ثابت کو لکھنے کی کچھ شُد بدُ آئی تھی۔ صرف ایک پاکھ آپ نے مشق کی تھی اوراُتنے ہی منشی ہوگئے تھے جتنا پندرہ دن کی مشق کسی کو بناسکتی ہے۔ اس بات پرکیا اعتبارہوسکتا ہے پس سوا اس کے اورکچھ ممکن نہ تھا۔ کہ کبھی کبھی کوئی آیت یا مختصر سورۃ قرآن کی آپ نے لکھی اورہو بس یہی ہے مطلب حضرت ابوبکر کے قول کاکہ تووحی رسول اللہ کے لئے لکھا کرتا تھا۔

سامان کتابت کا توڑا

یہ کچھ تو کاتبوں کا حال ہوا۔ اب سنئے کہ سامان کتابت کیا تھا۔ حدیث ذیر بحث میں آیا ہے فتبعت القرآن جمعه من العصب والخاف اس پر صاحب اتقان (جلد اول صفحه ٦٢) فرماتے ہیں (اوریہی لمعات میں بھی مذکورہے) رونی روایته والرفاع وفی اخری وقطع الاریعمه فی اخدی والاکتاف وفی اخری والا ضلاع وفی اخری والا قتاب۔ پس معنی یہ ہوئے کہ حضرت زید بن ثابت گویا یہ فرماتے ہیں کہ " میں نے جا بجا کھوج کیا قرآن کا اورجمع کیا اس کو کھجورکے پتوں اورسفید پتھر کی تختیوں ،کاغذ کے پرُزوں چمڑے کے پارچوں ، شانے ہڈیوں، پہلوں کی ہڈیوں اورکجاؤں کی لکڑیوں اور لوگوں کے سینوں سے غورکی بات ہے کہ ان تمام چیزوں میں سے بجز کاغذ کے پرزوں چمڑے کے پارچوں اورپتھر کی تختیوں کے جن پر قرآن نسبتاً کمتر لکھا گیا تھا (کیونکہ یہ چیزیں کامیاب تھیں)دوسری کوئی شے بھی قابل اعتبارنہ تھی اورجو قرآن ان پر لکھا گیا وہ گویا نہ لکھے کے برابر تھا۔

اگر حضرت کے زمانہ میں کسی نے کوئی آیت پرچہ کاغذ پر لکھ لی یا کھجور کے پتے یا ہڈی کے ٹکڑے یا لکڑی کی چپٹی پرغرض

صرف یہ تھی کہ گھنٹے دوگھنٹے یادن دودن میں اس کو رٹ کر لوحِ دل پر نقل کرلے اورپھر اس پتے ، پرزے ٹکڑے اورچپٹی کو اس کی قسمت اورفنا کے حوالے کردے۔ ایسا کوئی گودام تو تھا نہیں جہاں پر اشیاء حفاظت سے مقفل رکھی جاویں ۔ پس بڑی دقت پیش آئی قرآن کی کھوج کھوج نکالنا پڑا کوئی سورۃ کسی کے پاس تھی ۔ کسی چیز پر لکھی ہوئی کوئی سورۃ کسی کے پاس دوسری چیز پر لکھی ہوئی کسی کے پاس کوئی آیت لکھی تھی ۔ کسی کے پاس دوسری ۔پھر کوئی حصہ قرآن لکھا ہوا کسی کے پاس بھی نہ تھا جس کا محض یاد پر دارومدار تھا کسی کالکھا ہوا چمڑے یا ہڈی یا لکڑی کا ٹکڑا گم ہوگیا تھا کسی کا پتا اورپرزہ اونٹ نگل گیا یابکری چرگئی اوراگر خوش قسمتی سے پڑا بھی رہ گیا تو اس کی سیاہی اڑگئی کیونکہ یہ تحریر بھی محض اسی غرض سے ہوا کرتی تھی کہ چند روزیاد میں مدد دے اوربس۔

حافظہ وحفاظ کی کیفیت

پھر کسی سورۃ یا آیت کاحافظہ کسی جہاد میں شہید ہوگیا اوراگر زندہ بھی رہا تو کوئی جز قرآن اس کی یاد سے مٹ گیا اورکوئی حافظہ میں گڑبڑ ہوگیا۔المختصر حفاظت قرآن کا مدار بیشتر صدور الرجال پر رہا اوریہ حفاظت سب سے بڑھ کر مخدوش اورموہوم تھی ایسی کہ اس کی شان میں خود آنحضرت نے فرمایا ہے استذکر والقرآن فلھو اشد تفصیلاً من صدور الرجال من النعھمہ بعقلھا(مسلم کتاب فضیلۃ القرآن یعنی قرآن کو رٹو کیونکہ وہ آدمیوں کے سینوں سے اونٹ سے زیادہ بھاگنے والا ہے جس کا ایک زانو بندھا ہو۔

شعمس العلماء مولوی شبلی نعمانی اپنی کتاب الفاروق جلد دوم میں مضمون جمع القرآن میں یہ بات دکھلاتے ہیں " جناب رسول اللہ کے عہد تک قرآن مجید مرتب نہیں ہوا تھا۔ متفرق اجزا متعدد صحابہ کے پاس سے وہ بھی کچھ ہڈیوں پر کچھ کھجور کے پتوں پر کچھ پتھر کی تختیوں پر لوگوں کو پورا حفظ یاد بھی نہ تھا کسی کوئی " پھر فرماتے ہیں کہ صحابہ میں سے وحی لکھنے کا کام سب سے زیادہ زید بن ثابت نے کیا تھا۔ چنانچہ وہ طلب کئے گئے اوراس خدمت پر مامور ہوئے کہ جہاں جہاں سے قرآن کی سورتیں یا آیتیں ہاتھ آئیں یکجا کی جائیں ۔ حضرت عمر نے مجمع عام الدین کیاکہ جس نے قرآن کا کوئی حصہ رسول اللہ سے سکھا ہو میرے پاس لے کرآئے "۔ القصہ قرآن شریف کی نہ کتابت درست تھی نہ حفاظت ۔ پورا قرآن نہ کسی جگہ لکھا ہوا موجود تھا نہ کسی کو حفظ یاد تھا۔ تھوڑا بہت

جو کسی کو یاد بھی تھا تو انتہا درجہ متفرق اوراس پر بھی ایک غضب یہ ہوا کہ وہ لوگ جن کو قرآن نسبتاً زیادہ یاد ہوسکتا تھا وہ خلفائے ثانیہ سے برگشتہ تھے انہوں نے ان کے اس کام میں یاری کی نہ مددگاری جیسا آئندہ روشن ہوجائیگا۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ حافظ قرآن یعنی ایسا شخص جس کو پورا قرآن اول سے آخر تک یاد ہو صحابہ میں کوئی ایک شخص بھی نہ تھا حتیٰ کہ مولانا روم مثنوی شریف کے دفتر سوم میں ایک حکایت کا عنوان یہ قائم فرماتے ہیں " دربیا ن آنکہ صحابہ حافظ کسے نبود" اورصاحب اتقان (جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ مصری) لکھتے ہیں قال انس کان الرجال اذا قراء البقرۃ وال عمران جدفی اعینیا۔ یعنی حضرت انس فرماتے تھے کہ اگرکوئی شخص سورۃ بقر اورسورہ آل عمران کو پڑھ سکتا تھا تو وہ ہماری نگاہ میں بہت بڑا معلوم ہوتا تھا۔ پس کجا حافظوں کا اس طرح عنقا صفت ہونا اورکجا مولوی علی بخش خان صاحب مرحوم کا یہ مبالغہ ہزاروں حافظہ پورے قرآن کے موجود تھے" ۔ تمام صحابہ میں ایک عبداللہ بن عمر تھے ان کی نسبت موطہ امام مالک صاحب کا قول (ماء جا فی القرآن)یہ درج ہے ان عبداللہ بن عمر مکث علی سورۃ البقرۃ ثمانی سنین بتعلھما کہ ان کو سورہ بقر سیکھنے میں آٹھ سال کی مدت لگی اورایک دوسری روایت میں ہے کہ ۱۲برس کی مد ت لگی اورجب آپ نے سورہ بقرہ ختم کی تو ایک اونٹ قربان کیا۔ اس سے معلوم ہوگیاکہ حضرت انس نے کیوں فرمایا تھا جو شخص سورہ بقرہ یاآل عمران پڑھ سکتا تھا وہ ہماری نظروں میں بڑھ جاتا تھا۔

قرآن کے پراگندہ ہونے کی کیفیت

ہم حضرت عمر کی کوششوں کی داد دیتے۔ حالانکہ انہوں نے بڑے بڑے اہتمام کئے مگر دست بردنیچر کا کیا چارہ ہوسکتا تھا اگر کوئی چاردن کے بعد اپنی حجامت کے بال فراہم کرنا چاہے تو اس کو بھی اتنی ہی دقت پیش آوے جتنی زید بن ثابت کو پیش آئی تھی اورانہوں نے صاف فرمادیا تھا کہ" خدا کی قسم اگر وہ مجھ کو کہتے کہ پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کو ٹال دے تو وہ مجھ کو ایسا گراں نہ معلوم ہوتا جیساکہ یہ حکم کہ قرآن کو جمع کر"۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنی مشہور کتاب ازالۃ[1] الخلفا میں یوں فرماتے

[1] صفحہ ۴۲۔ اعظم میراثی کہ ازآنحضرت بامت مرحومہ رسید قرآن عظیم است وآں تا آخرزماں آنحضرت مجموع درمصاحف نبود مثل آنکہ امروز منشی منشآت خود را یاشاعرسے اقصا ید مقطعات خود راوربیا منہا وسفینہا اوردرست جماعتہ متفرقہ گذاشتہ

ہیں" سب سے بڑی میراث جواُمت مرحومہ کو آنحضرت سے پہنچی قرآن بزرگ ہے اور جو آخری وقت آنحضرت تک صحیفوں میں جمع نہ ہوا تھا اس کا حال تھا جیساآج کے دن کوئی منشی اپنے منشات کو یا کوئی شاعر اپنے قصائد اور مقطعات کو بیاضوں اورکاغذوں میں متفرق جماعتوں کے ہاتھ میں چھوڑکر اس دنیا سے چلا جاوے اورمانند ان چڑیوں کے جھُنڈ کے جن کو ذرا سی ہوا کا جھونکا تتر بتر کردیتا ہے۔ یہ منشات اورقصائد بھی تلف ہوجاویں اگران کاغذوں پر پانی پڑجاوے یا انہیں آگ لگ جاوے یا جس کو یاد ہوں وہ مرجاوے گذرنے والے کلمہ کی طرح یہ بھی نیست ونابود ہوجاتے ہیں ۔ پس اگر کوئی شاگرد رشید اس مرحوم یاروں کے درمیان سے اٹھ کھڑا ہو اور کمر ہمت باندھ کر اس سب کو کسی ترتیب مناسب سے جمع کرے اوربہت سے نسخے لکھوادے اوران کی پوری پوری صحت کرے اوردنیا میں شائع کرے ۔ تو اس شاگرد رشید کا احسان ان سب کی گردنوں پر باقی رہیگا جو ان منشات اوراشعار سے فائدہ اٹھاتے ہیں"۔

شاہ صاحب نے یہ توایک مثال کے طورپر فرمایا ہے۔ مگر واقعی قرآن شریف کا حال اس سے بھی بدتر ہوا کیونکہ جب چڑیاں پراگندہ ہوگئیں اور حافظ بہت سے مرچکے اورکاغذ بہت سے ضائع ہوگئے تو شاگردوں رشید مدد کو پہنچا۔

ع   پس ازانکہ من نمانم بچہ کارخواہی آمد

حضرت عمر کے صحیفہ کی کیفیت

بہرکیف حضرت عمرنے جوکچھ کرسکتے تھے کیا اورحضرت ابوبکر کی خلافت میں ایک نسخہ قرآن مرتب ہوگیا اورمولوی شبلی نعمانی الفاروق میں ابن خلدون کے ہم زبان تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ " اس وقت قرآن مجید کی حفاظت اورصحت کے لئے چند امور نہایت ضروری تھے اول یہ کہ نہایت وسعت کے ساتھ اس کی تعلیم شائع کی جاوے اورسینکڑوں ہزاروں آدمی حافظ قرآن بنادیئے جائیں تاکہ تحریف وتغیرکا احتمال نہ رہے دوسرے یہ کہ اعراب اورالفاظ کی صحت نہایت اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھی جائے ۔ تیسرے یہ کہ قرآن مجید کی بہت سی نقلیں ہوکر ملک میں کثرت سے شائع

ازعالم رود بمنزلہ عصا فیرا گراندک باد سے بجنبد شد زندہ رازہم متفرق شوند چنیں ایں منشات وقصاید برشرف تلف باشند اگردآکا غذ باہر سدیادرد سے آتش بگیر دیا حامل ومانند امس ذاہب نابودگردوشاگرد سے رشید ازمیاں یاراں آں عزیز کمر ہمت بر ہند دوآں ہمہ رابترتیبے مناسب جمع کندہ نسخہا بسیاء سازدوتصیح کامل بکار بردورعالم متفرق کرداند پس منت ایں شاگرد رشید برگردن آناں کہ ازآں منشات واشعار مستفید شوند نہ ثابت است وازالۃ الخلفا شاہ ولی اللہ۔

ہوجائیں۔ حضرت عمر نے ان تینوں امور کو اس کمال کے ساتھ انجام دیا کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہ تھا"۔

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی یہ کوشش بعدازوقت ہوئی اورقرآن مجید میں جوکچھ تحریف اورتغیر ہونا تھا وہ ہوچکا تھا۔ کیونکہ اس قرآن کی جو رسول چھوڑگئے تھے اس وقت نہ کوئی اصل باقی رہی تھی اور نہ اس کا کوئی حافظ تھا پس اگر" اب سینکڑوں ہزاروں آدمی حافظ " بنادئیے گئے یا اس قرآن کی بہت سی نقلیں ہوکر ملك میں کثرت سے شائع کرادی گئیں تو اس سے صرف صحیفہ ابوبکر کی حفاظت متصورہوگی نہ کہ صحیفہ حضرت محمد کی ہم جانتے ہیں کہ واقعی حضرت عمر نے اس امر میں جو کچھ کیا وہ اپنی بساط کے موافق کیا۔ قرآن کو اپنے اجتہاد اورمصلحت وقت سے جمع کردایا مگر بڑی تعریف ان کی یہ تھی کہ وہ اورلوگوں کی محنتوں کے آگے سد راہ نہ بننا چاہتے تھے ممکن ہے وہ اپنے ہمعصر دیگر جامعین قرآن کے مصاحف سے راضی نہ ہوں مگر وہ اپنے نسخہ کو خطا وغلطی سے پاك نہ سمجھتے تھے اورہمیشہ اس امر میں کوشاں رہے کہ جہاں تك ہوسکے متن قرآن مکمل درست کیا جاوے۔شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ازالتہ[1] الخلفا میں کسی سند سے ارقام فرماتے ہیں " بعد اس کے کہ قرآن بزرگ ایك مصحف میں جمع کردیا گیا حضرت عمر فاروق برسوں اس نسخہ کی تصحیح کی فکر میں مبتلا رہے اوراس کے بارے میں صحابہ کے ساتھ اکثر مناظرہ کیا کرتے تھے ۔ کبھی توحق موافق اسی کے ظاہر ہوتا جوانہوں نے لکھوایا تھا اوراس کو اسی طرح باقی رہنے دیتے اورلوگوں کو اس کی مخالفت سے بازرکھتے اورکبھی حق ان کے لکھوائے ہوئے کے برخلاف ظاہر ہوتا تو اس صورت میں وہ اپنے لکھے ہوئے کو مٹا ڈالتے اوربجائے اس کے وہی لکھ دیتے جوحق ثابت ہوتا تھا"۔

اگریہ سچ ہے تو معلوم ہوکہ حضرت عمر کا نسخہ جو مابعد حضرت حفصہ کے ہاتھ میں آیا۔ ایك نادرالوجود نسخہ تھا جس میں بکثرت اصلاح وتصیح ہوئی تھی اورجس کا متن روز بروز بہتر ہوتا جاتا تھا۔ اور اگر وہ بھی سچ ہے جومولانا شبلی نے فرمایاکہ

---

[1] صفحہ ۴۳۔ بعد ازآنکہ قرآن شریف اورمصحف مجموع شد ۔ فاروق اعظم درفکر تصیح اوصرف نمود مناظرہ ہابا صحابہ میکردگاہے حق بروفق مکتوب ظاہرے شد پر آنراباقی مے گذاشت ومردمان رازخلاف آں بازمے داشت کاہے حق برخلاف مکتوب ظاہرمے شد۔ دریں صورت مکتوب راحك میفرمود بجائے دے آنچہ محقق مے شدمے نوشت (ایضاً نمبر۱۶)۔

حضرت عمر نے اپنے نسخہ قرآن مجید کی بہت سی نقلیں کرا کے ملک میں کثرت سے شائع کرائیں تو کیسا افسوس آتا ہے کہ حضرت حفصہ کے نسخہ کو یوں بیدردی کے ساتھ جانشینان حضرت عثمان نے اور حضرت عمر کے نسخہ کی ہزاروں نقلوں کو جو دس برس زمانۂ خلاف فاروق میں لوگوں نے حاصل کرلی تھیں خود حضرت عثمان نے چشم زون میں جلا کر راکھ کر ڈالا جیسا کہ ہم ابھی ثابت کرینگے۔

صحیفہ عثمان

اب یہ تعجب کی بات ہے کہ جب ابوبکر اپنے عہد معدلت مہد میں بمشورت حضرت عمر اس اہتمام سے قرآن کو جمع کرا چکے تھے اورجب حضرت فاروق اس نسخہ قرآن کی اشاعت میں کوشش بلیغ صرف کر چکے تھے اوربقول مولانا شبلی سینکڑوں ہزاروں حافظ قرآن بنائے گئے تھے اوربہت سی نقلیں ملک میں کثرت سے شائع کرائے تھے اورجب اصل نسخہ بھی دست بدست حضرت حفصہ کے ہاتھ پہنچ چکا تھا جو خلافت عثمان غنی میں موجود تھیں توپھر حضرت عثمان کو جمع وتالیف قرآن میں ازسر نوزحمت اٹھانے کی کونسی ضرورت لاحق ہوگئی تھی۔ اس سوال کا جواب واقعات دینگے بحوالہ بخاری مشکواۃ کتاب الفضائل القرآن میں یوں وارد ہے[1]۔

" انس بن مالک سے مروی ہے کہ حذیفہ بن الیمان عثمان پاس ایا۔ یہ حذیفہ فتح آرمینیا اورآذربائجان میں اہل شام کے ساتھ ہمراہ اہل عراق کے جہاد کرتا تھا ۔ حذیفہ ان لوگوں کی قرات قرآن میں اختلاف دیکھ کر اندیشہ ناک ہوا اوراس لئے عثمان سے کہا کہ خبر لے اُمت کی پیشتر اس کے کہ وہ مثل یہود نصاریٰ کے اختلاف کرنے لگیں۔ پس عثمان نے حفصہ کو کہلا بھیجا کہ تم ہم کو اپنا

[1] صفحہ ۴۴۔ عن انس بن مالک ان حذیفۃ بن الیمان قدم علیٰ عثمان وکان یغازی اھل الشام فی فتح آرمینۃ وآ ذربیجان مع اھل العراق فاخرع حذیفۃ عثمان یا امیرالمومنین ادرک ھذا الا قبل ان لختفرانی الکتاب اختلاف الیھود والنصاریٰ فاوسل عثمان ابی حفصہان ارسلی الینا بالصحف تنسبھا فی ۔ اصاحف ثمہ نردھا الیک فارسلت بھا حفصہ ابی عثمان فاصرزید بن ثابت وعبداللہ بن العزبیہ وسعید بن العاص وعبداللہ بن السعارت بن ہشام فنسخوھا فی المصاحف وقال عثمان للہ حط القرشین واثلث اذا اختلفتم انتم وزید بن ثابت فی شیئ من القرآن فاکتبرہ باسان قریش فا نما انزل بلسا مھمہ فعارا حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف ردعثمان الصحف ابی حفصہ وارسل انی کل افق بمصحف مما نسخر اوامر بما سراہ من القرآن فی کل صحیفۃ اومصحف ان لیحرق قال زید ففعرت ایت من لاحزاب حین نسخنا المصحف قد کنت اسمع رسول اللہ □ یقراء بھما فالتمسنا ھافوجہ ناھا مع حزیمۃ بن ثابت لاانصاری من المومنین رجال صدقوا ماشا ھدوا

نسخه بھیج دوتاکه ہم اس کو مصاحف میں نقل کریں اورپھر ہم تم کو تمہارا نسخه واپس کردینگے۔ پس حفصه نے وہ نسخه عثمان کو بھیج دیا اورعثمان نے حکم دیا زید بن ثابت وعبدالله بن زبیر وسعید بن عاص وعبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو اورانہوں نے اس نسخه کو مصاحف میں نقل کرلیا۔ اورعثمان نے تینوں قریشیوں سے کہا تھا که جب تم اورزید بن ثابت قرآن کی کسی شے میں اختلاف کوتو اس کو زبان قریش میں لکھنا کیونکه قرآن انہیں کی زبان میں نازل ہوا تھا۔ پس انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور جب یه لوگ۔ اس نسخه کو مصاحف میں نقل کرچکے تو عثمان نے اس نسخه کو حفصه کے پاس واپس کردیا اورہر طرف ان لکھے ہوئے نسخوں میں سے ایک ایک نسخه بھیج دیا اورتب حکم دیاکه (ہمارے) اس نسخه کے علاوہ قرآن کی قسم سے جو کچھ صحیفه یا مصحف میں وہ جلادیا جائے۔ زید نے کہا۔ که جب ہم مصحف لکھ رہے تھے تو سورۃ احزاب کی ایک آیت مجھ کو نه ملی جس کو میں رسول کریم کو پڑھتے سنا کرتا تھا پس میں نے اس کو تلاش کیا اوراس حذیفه بن ثابت انصاری کے پاس پایا وہ آیت یه ہے من المومنین رجال صدقواما ماھدوالله علیه پس ہم نے اس کو مصحف میں اس کی سورۃ میں الحاق کردیا"۔

اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں؟

پہلی بات یه که حضرت عثمان کے عہد میں لوگوں کا کسی ایک نسخه قرآن پر اتفاق نه تھا۔ قرآنوں کے مختلف نسخوں میں متن کا ایسا اختلاف تھاکه حذیفه بچارا گھبراگیا اورعثمان سے فریادی ہوا اورچاہا کہ اس کے که حضرت عثمان اس کی تسکین اسی طرح کردیتے جس طرح حضرت عمر اورحضرت ابی بن کعب کی تسکین آنحضرت نے کردی تھی حضرت عثمان ان سے بھی زیادہ گھبراگئے اور کربیٹھے جو کیا۔

بہت سے ہمعصر قرآن اورباہمی رقابت

اس اختلاف کی کہانی میں ہم کو اس بات کا برجسته ہاتھ لگتا ہے که وفات آنحضرت سے خلافتِ عثمانی تک بہت سے صحابه نے اپنے اپنے طورپر مختلف ترتیبوں کے ساتھ مختلف نسخه قرآن کے جمع وتالیف کئے تھے اوراس مابین میں ان مختلف قرآنوں کی نقلیں دیارومصار میں بکثرت شائع ہوچکی ہیں اور لوگ اپنے اپنے نسخه کی بوجوہ قدرکرتے تھے اورایک دوسرے سے افضل جانتے تھے۔ حضرت عمر یعنی حضر ت ابوبکر صحیفه ان ہی قرآنوں میں سے

صرف ایک قرآن تھا وہ اکیلا مستند نسخہ نہ تھا۔ بلکہ بہت سے حریفوں کے ساتھ عامتہ ومومنین کی مقبولیت کا ایک امیدوار تھا۔

ہم اوپر بتلاچکے کہ ایک قرآن حضرت علی عین بعد وفات آنحضرت جمع کرچکے تھے پس ضرور ہے کہ عاشقان اہل بیت کا ایک بڑا گروہ اسکی نقلیں شائع کررہا تھا اوراس کو حفظ کررہا تھا اورایسے ہی یہ بھی ہوا یدا ہوچکا کہ ایک قرآن اسی وقت حضرت سالم مولی ابن حذیفہ نے جمع کیا تھا اسکے نسخے اوراس کے قاری بھی الگ بڑھ رہے تھے۔

اورابھی ہم دکھلائینگے کہ ایک قرآن حضرت ابی بن کعب کے پاس تھا اورایک قرآن حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس تھا اوران کے نسخے اوران کے قاری بھی علیحدہ تھے اوران کے علاوہ اورنہ معلوم کتنے جامعین اس زمانہ میں گذرے اورانہوں نے الگ الگ کتنے قرآن بنائے جن کا کچھ حال تک نہ پہنچا۔

پس اختلاف کی وجہ اظہر ہے کہ ہم کو حذیفہ کی سراسمیگی پر تعجب نہیں کوئی تو قرآن کو موافق قرات علی کے پڑھتا تھا کوئی موافق سالم کے کوئی ابی کی موافق اورکوئی ابن مسعود کے اورکوئی بالکل ایک نئی قرات پڑھتا تھا جوان سب سے نرالی تھی ۔ جب عمر وہشام کی قرات فرقان میں ایسا عظیم اختلاف تھاہ ایک ایک کو جھوٹا کہتا تھا اور گھسٹیتا ہوا حضرت تک لے جاتا تھا تواب اختلاف کی کیا حد ہوسکتی تھی جتنے منہ اتنی ہی باتیں سنائی دیں اب تو اپنی اپنی ڈھپلی اور اپنا اپنا راگ تھا۔ پھر اس وقت تک وہ ساتویں قراتیں بھی موجود تھیں جن کی بابت زمانہ حیات نبی میں صحابہ دست وگریباں ہوتے رہے اورجو اس وقت تک سب کی سب بحال اوربرقرار تھیں کیونکہ ان کو مٹانے والے صرف عثمان تھے جیسا شاہ عبدالحق صاحب محدث کی شہادت سے ہم ثابت کرچکے پس ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں اختلاف کے اندر اختلاف تھا یعنی ڈبل اختلاف اورحضرت عثمان نے صرف اس کی ظاہری صورت پر نظر کی اوراس کی تہ کو نہ پہنچے اورچکرا گئے اورایک فعل کربیٹھے جو نہ صرف مصلحت شیخین کے خلاف تھا بلکہ صریح منشاء آنحضرت کے خلاف۔

دوسری بات اس حدیث سے یہ ثابت ہوتی ہے ۔ کہ گو حضرت عثمان نے صحیفہ ابوبکر سے اپنے مصحف میں مدد لی اورکسی معنی اورحد تک ان کا مصحف میں مصحف کی نقل بھی تھا۔ تاہم یہ نقل مطابق اصل نہ تھی اس میں کمی اورزیادتی ضرورکی

گئی کم سے کم اس بات کی گنجائش رکھی کہ ان کے کاتب اس سے اختلاف کریں اوراس کے خلاف مصحف عثمانی کے متن کی ترمیم کریں جس کا نام اس حدیث میں زبان قریش کی پابندی کا اہتمام ہے۔

تیسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ قرآن ابوبکربھی جامع نہ تھا ۔ یعنی وہ اصل اورپورے قرآن پر شامل نہ تھا قرآن کا کچھ حصہ اس کے باہر بھی رہ گیا تھا۔ مثلاً ایک آیت یہی تھی جو اس میں موجود نہ تھی اورتلاش کرنے پر صرف حزیمہ کے پاس سے برآمد ہوئی اور صحیفہ عثمانی میں ملحق کردی گئی ۔یہاں یہ فرض کرلینے کی مطلق ضرورت نہیں کہ صرف یہی آیت اس میں نہ تھی ۔ جو اس قرآن میں اضافہ کی گئی یہ صرف ایک نظیر ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کس طرح آیات کا الحاق ہوتا تھا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے مصحف کی طرفداری نہایت تحکم اورظلم کے ساتھ کی حتیٰ کہ تمام مصاحف جو وفات آنحضرت سے اس وقت تک مرتب ومولف ہوچکے تھے جن کا شمار بس اللہ ہی کو معلوم بڑی زبردستی کے ساتھ ضائع کرادئیے اوریہ ایک ایسی حرکت تھی کہ تاریخ دنیا میں علمی تاریخ کے متعلق اس کوئی نظیر نہیں ملتی۔مولانا شبلی کو اس امر پر بحث کرنے کی گنجائش ہے کہ آیا خلیفہ ثانی نے مکتب خانہ اسکندریہ کو جلوادیا یا نہیں جلوایا مگراس امر کی گنجائش نہیں ہوسکتی کہ خلیفہ ثالث نے ایک بہت بڑا کتبخانہ نسخہ جات قرآن کا جلوادیا۔

حضرت عثمان بھی بشر تھے ان کو صرف یہی امتیاز حاصل تھا۔ کہ وہ خلیفہ تھے دوسرے مسلمان خلیفہ نہ تھے قرآ ن کو جمع کرنا یہ ان کا اپنا اجتہادی فعل تھا اوران کو اپنے ہمعصر صحابہ پر اس امر میں مطلق کچھ فوقیت حاصل نہ تھی بلکہ ایمان کی بات تویہ ہے کہ اس خاص معاملہ میں یہ صاحب دیگر صحابہ سے زیادہ خطا وغلطی کرنے والے تھے ۔ کیونکہ صحابہ میں عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہ ہمالی مثل بھی لوگ موجود تھے جو ان صاحبوں سے علم قرآن کے کہیں بڑھ کر عالم تھے۔ پس جب حضرت عثمان نے اپنے سے بہتر صحابہ کی محنتوں پر پانی پھیردیا تو اس بات کی ضمانت فسخ ہوگئی۔ کہ آیا مصحف عثمانی اصلی قرآن کا مثنیٰ ہے یا نہیں بلکہ ان کا تمام نسخہ جات قرآن موجودہ وقت کا اس طرح کھوج کھوج کر بیدردی کے ساتھ غارت کردینا بآواز دہل پکاررہا ہے کہ یہ نیا قرآن تمام قرآنوں سے جو اس وقت تک صفحہ ہستی میں آچکے اس درجہ مختلف تھاکہ معاصرین اس کو ہرگز ہرگز

حقیقی اوراصلی قرآن کا مثنیٰ تسلیم نہ کرتے تھے اورحضرت عثمان کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ سوجھاکہ اپنے قرآن کے تمام حریفوں اور رقیبوں کو خاك میں ملواکر لوگوں کو اپنا قرآن منوانے کےلئے مجبورکردیا۔

عیسائی بادشاہ کا قابل تعریف عمل

۳۲۶ء میں عیسائیوں کے پہلے شہنشاہ قسطنطین اعظم نے قیصر روم نے علم دین کو عوام الناس میں شائع کرنے کی نیك نیت سے حکم دیا تھاکہ نہایت نفیس چرمی قرطاس کے اُوپر اول درجہ کے ماہر کاتبوں کےہاتھ سے خوشخط اورصیح پچاس نسخہ مجموعہ عہد جدید کے تیارکرائے جاویں اورملك کے بڑے بڑے شہروں میں رکھے جاویں تاکہ لوگوں کو ان کی نقلیں حاصل کرلینے میں کوئی دقت نہ رہے اوراس کام پر یوسی بیس مشہورومعروف عالم قیصریہ کو مامورکا(دیکھو تاریخ کلیسیا تھیوڈوطے جلد اول باب ۱۶ اورتاریخ کلیسیا سقراط جلد اول باب ۹ جب یہ نسخے تیارہوگئے اورجا بجا شائع ہوئے تو اس بادشاہ نے دوسرے نسخوں کو کسی طرح بھی ضائع کرنے کا حکم نہ دیا اورنہ لوگوں کو اس نسخے کے قبول کرنے پرمجبورکیا کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہ تھی یہ نسخے دوسرے نسخوں سے مختلف نہ تھے بلکہ صرف زیادہ پائیدار صحیح اور خوشخط تھے۔ لوگوں نے خود ان کو ذاتی خوبی کی وجہ سے ان کو قبول کرلیا اور فیضیاب ہوئے۔ اے کاش حضرت عثمان بھی اسی طریقہ کو اختیارکرتے اوردوسرے قرآنوں کی جان بخش دیتے۔

فصل چہارم۔ قرآن عثمانی جملہ قرآن ہائے عصر سے مخالف تھا

حکم احراق مصاحف

(۱۔) قسمت صحیفہ ابوبکرکی۔

جب حضرت عثمان نے اپنے جمع قرآن میں صحیفہ حفصہ سے کام نکال چکے تو موافق وعدہ واثق کے ان کو دو صحیفہ تو واپس کردینا پڑا لیکن جب حضرت خلیفہ نے یہ قطعی وناطق حکم نافذ فرمایاکہ بجز مصحف عثمانی کے تمام مصاحف موجودہ وقت سپرد شعلہ عنار کئے جاویں۔ تو صحیفہ حفصہ بھی اس حکم کے عمل درآمد سے قانوناً جائزنہیں ہوسکتا تھا۔ اورسب کے شمول وہ بھی سوختنی قرار پایا گیا اوراکثر علمائے فرمان حضرت عثمان کی یہی تعبیربھی کی ہے۔ چنانچہ عبدالحق دہلوی اشعتہ العمات میں (اورنواب قطب

الدین مظاہر حق میں) حدیث مذکورہ اس کے فقرہ کی شرح میں " تب حکم دیا کہ اس کے علاوہ قرآن کی قسم سے جو کچھ کسی صحیفہ یا مصحف میں ہو وہ جلاڈالا جائے " فرماتے ہیں ۔ظاہر مراد یہاں ہر صحیفہ سے یہ ہے کہ جو کچھ کسی کاغذ کے پرُزے یا پتھر کی تختی یا اسکے سوائے کسی اور شے پر لکھا ہوا تھا اورمراد ہر مصحف سے یہ ہے کہ جو حضرت حفصہ کے پاس تھا اورممکن ہے کہ یہ راوی کا شك ہو۔ حدیث کے ظاہری معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ اس صحیفہ کو بھی جو حفصہ کے پاس تھا بعداس کے کہ وعدہ واپسی پورا ہوگیا جلا ڈالا"۔ یہ تو الفاظ حدیث سے شارح کا استنباط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کا منشاء کیا تھا۔ ان کا فرمان ناطق یہ تھا کہ کوئی صحیفہ یا پرُزہ یا جُز یا کل قلم وعثمان میں بچ کر نہ جانے پاوے جس طرح خلیفہ اوّل کے عہد میں زید بن ثابت ان پرُزوں اورصحف کو جا بجا کھوج کھوج کر فراہم کرتے پھرے۔اسی طرح کارکنان عثمان ان کوکھوج کھوج کرجلاتے پھرے مگرکیا ممکن نہیں کہ کوئی صحیفہ یا مصحف ان کے قبضہ اقتدارسے باہر نکل گیا ہو اورکچھ دنوں تك بچ رہا ہو۔ حضرت عثمان نے ایك حکمت عملی سے حفصہ کا قرآن پایا تھا ان سے وعدہ واثق کیا تھاکہ ہم تم کو تمہارا نسخہ واپس کردینگے اورشاید اس پر بھی ان کو گوارا نہ ہوتاکہ وہ اپنے قرآن کو الگ کریں مگر حضرت عثمان نے یہ کہا کہ ہم اس کی نقلیں کرکے شائع کرینگے اوریوں وہ اس کو دین کا کام سمجھ کر راضی ہوئیں گونقل سے بھی خلیفہ کی مراد کچھ اور تھی۔ اب جو حسب وعدہ وہ صحیفہ ان کو واپس کردیا گیا اورانہوں نے دوسروں کے قرآنوں کے ساتھ خلیفہ کا سلوك دیکھا توپھریہ بات نا ممکن ہوگئی کہ دوبارہ ان کا قرآن خلیفہ یا ان کے عمال کے ہاتھ پڑھ سکے حضرت حفصہ کا مرتبہ بہت بڑا تھا وہ خلیفہ ثانی کی بیٹی تھیں اورنبی عرب کی زوجہ اُم المومنین کوئی سختی یا اس قسم کی زبردستی جو دوسروں سے کی گئی ان کے ساتھ مصلحت ملکی کے بالکل خلاف تھی ۔ غرضیکہ حضرت حفصہ نے اپنا قرآن پوشیدہ کردیا اورا سکی نسبت حضرت عثمان کی سکم عام کی تعمیل ان کی حیات میں غیر ممکن ہوگئی جیسا واقعات تاریخی سے ثابت ہوتا ہے۔

مروان نے صحیفہ حفصہ کو غارت کیا

صاحب مظاہر حق اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں" پس وہ صحیفے حضرت حفصہ کے پاس رہے جب حاکم ہوا مروان مدینہ کا تومنگوایا ان کو جلانے کےلئے انہوں نے نہ دئیے جب حفصہ

کا انتقال ہوا تو مروان نے ان کے بھائی عبداللہ عمر سے منگا کر جلاڈالے بخوف اس کے کہ اگر ظاہر ہونگے تو لوگ پھر اختلاف کرینگے۔

یہی حدیث بخاری شریف میں وارد ہے اوراس کے شارح قسطلانی[1] اس فقرہ کی شرح میں " واپس کردئیے عثمان نے صحف حفصه کو لکھتے ہیں۔ پس وہ صحف حفصه کے پاس ان کی وفات تک رہے مگر جب مروان معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم ہوا تواس نے صحف پر اپنا قبضه کیا اورحکم دیاکہ وہ پھاڑڈالے جائیں اور کہا کہ یہ فعل میں اس لئے کرتا ہوں کہ مجھ کو ڈر ہے کہ اگرایک مدت گذرجائے تو کوئی شک کرنے والا صحف قرآن کی بابت شک کرنے لگے۔ اس کو روایت کیا ہے ابن ابی داؤد وغیرہ نے۔

پس معلوم ہواکہ جب حضرت حفصه کا انتقال ہوگیا اوراس بدقسمت صحیفه قرآن کا کوئی والی نه باقی رہا اس کے سرسے بھی امان اٹھ گئی اورمروان نے حضرت عثمان کے اسی پرانے حکم کی

[1] رحنے اذا نسخوا الصحف فی المد لحف ردعثمان الحصف ابی حفصۃ فکانت عند ھاحتےٰ توفقیت فاخذ ھا مروان حین کان امیراعلیٰ مدینۃ من قبل معاویۃ فامربھا فشققت وقال انما فعلت ھذا لا فی خبثیت ان طال بااوآس زمان ان یرتاب فیھا مرتاب رواہ ابن ابی داؤد وغیرہ (قسطلانی شرح بخاری ۔ حدیث جم القرآن)Ś

تعمیل میں جو اس صحیفه کی نسبت اب تک بوجوہ غیر نافذ رہا تھا اس کو پھاڑکر جلاڈالا انا اللہ وانا الیه راجعون۔

مروان حضرت عثمان کے پیارا خادم

بلکہ ہمارا گمان تو یہ ہے کہ مروان نے اس صحیفه کو حضرت عثمان کی کسی خفیه وصیت کے موافق غارت کیا اوراس میں صرف حضرت عثمان کے حکم کی تعمیل منظور تھی نه کچھ اورمروان کون تھا؟ حضرت عثمان کا چچا زاد بھائی ان کا اپنا معتمد میرمنشی اورپرائیوٹ سیکرٹری جس پر خلیفه نے اپنے عنایات ختم کردئیے تھے محاصل افریقه کا ایک خمس یعی ۵ لاکھ دینارسالانه اس کو عطا ہوتا تھا اس نے باغ فلك پر جس کو اہل بیت اپنی میراث سمجھتے تھے قبضه حاصل کرکے اپنے اولاد کی میراث قراردے لیا تھا اورحضرت عثمان کو اس کی خاطرداری اس درجه منظور ہوئی که جب اس نے اپنے ہاتھ سے خلیفه اول کے صاحبزادہ محمد بن ابی ابکر کے قتل کا حکم لکھا کر اس پر خلیفه کی مہر ثبت کردی تب بھی حضرت عثمان نے سارا الزام اپنے اوپر اٹھاکر مجرم کی جان بچوادی اوراپنی جان قربان کردی ان واقعات کے ثبوت میں تاریخ ابوالفدا پڑھ لیں۔ یہی شخص ہے جو اب صحیفه حفصه کو پھاڑکر جلارہا ہے کچھ شك

نہیں کہ اس نے اس فعل میں گویا حضرت عثمان کی وصیت کو پورا کیا اوران کے حکم احراق مصاحف کی تعمیل کردی اور جب ہم خلیفہ ثالث کے عہد کی تاریخ پڑھتے ہیں اوران کی شہادت کے جانکاہ سانحہ پر غورکرتے ہیں توہم کو بلاتامل کہنا پڑتا ہے کہ ان کے عہد کی ساری برائیوں میں قرآن کی ہتک حرمت سب سے بڑھی ہوئی تھی جس کی وجہ سے عامہ مومنین کے دل دکھ گئے اوران کی ہمدردی خلیفہ کے ساتھ مٹ گئی جس کا انجام ہوا جو ہونے والا تھا۔

(۲۔) حضرت عثمان نے سارے قرآن کیوں جلائے؟

اس سوال کا نہایت سچا اورسیدھا جواب وہی ہے جو مروا نے دیا اس نے صحیفہ حفصہ کو صرف اس لئے جلادیا کہ وہ مخالف صحیفہ عثمانی کے تھا اگر ابوبکر کا جمع کیا ہوا صحیفہ مصحف عثمانی کے ہمدوش چلتا تو ان دونو کا اہم اختلاف عوام الناس کی نگاہ میں اصلیت قرآن کو مشتبہ کردیتا پس ایک طرح سے مروان کا خوف بجا تھا کیونکہ جیسا صاحب مظاہر حق فرماتے ہیں مروان کو ڈر تھا کہ اگرصحف حفصہ کا ظاہر ہونگے ۔ تو لوگ پھراختلاف کرینگے۔ یاکہ اندیشا تھاکہ صحف عثمانی سے برگشتہ ہوکر اس حریف صحیفہ کو قبول کرلیں بجنسہ یہی مصلحت حضرت عثمان کی تھی اورانہوں نے تمام قرآنہائے عصر کو اپنے مولف قرآن کے خلاف پایا پس اس کی ترویج واشاعت کے لئے ان کے نزدیک لازم ہوگیا تھا کہ تمام مخالف قرآنوں کو ناپید کردیں۔ پس سارے قرآنوں کا بابجہ جلوادیا جانا۔ ایک بین دلیل اس بات کی ہے کہ یہ صحیفہ عثمانی تمام قرآنوں سے اموراہم میں مختلف تھا۔

(۳۔) عبد اللہ بن مسعود اورابی بن کعب کے قرآنوں کی کیفیت ۔

نہ صرف قرآن عثمانی صحیفہ ابوبکر اور اورہزارہا گم نام ونشان قرآنوں کے مخالف تھا ۔ بلکہ وہ عبداللہ بن مسعود اورابی بن کعب کے قرآنوں سے بھی مختلف تھا کہ جن سے زیادہ معتبر کوئی قرآن وجودمیں نہیں آسکتا تھا۔

قرآن کے چار مستند اصحاب

ہم پہلے ناظرین کو سمجھادیں کہ یہ کون بزرگ تھے اوریہ ان کا پایہ صحابہ کے درمیان کیا تھا۔ مسلم او ربخاری دونوں میں ایک روایت ہے جس کو مشکواۃ[1] باب جامع المناقب میں درج کیا ہے"۔

---

[1] عن عبدہ اللہ بن عمران رسول اللہ قال استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ بن مسعودہ سالمہ مرلیٰ ابن حذیفتہ وابی بن کعب ومعاذ بن جبل (مشکواۃ باب جامع المناقب)

عبداللّٰہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللّٰہ نے فرمایا کہ سیکھو قرآن کو چار شخصوں سے یعنی عبداللّٰہ بن مسعود وسالم مولیٰ ابن حذیفہ وابی بن کعب اورمعاذ بن جبل سے ،یعنی آنحضرت نے عالم قرآن کے چارمستند استاد قراردے دئیے تھے جن کی سند سے قرآن کو حاصل کرنا واجب تھا۔

حضرت عبداللّٰہ کا مرتبہ

اوراُن چاروں میں بھی حضرت عبداللّٰہ بن مسعود سب سے افضل تھے ۔ حضرت عبداللّٰہ کو خود بھی قرآن دانی میں دعویٰ یکتائی تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم[1] میں روایت ہے کہ " عبداللّٰہ نے کہا قسم ہے اس کی جس کے سوائے دوسرا خدا نہیں کہ کتاب اللّٰہ میں کوئی سورۃ نہیں جس کو میں نہ جانتا ہوں کہ کس باب میں اتری " اوراسی جگہ دوسری حدیث[2] میں ہے کہ وہ برملا دعوےٰ سے کہتے تھے کہ بہ تحقیق اصحاب رسول کو خوب معلوم ہے کہ " ان سب سے کتاب اللّٰہ زیادہ جاننے والا ہوں"۔ اورراوی بیان کرتا ہے کہ میں اصحاب رسول کے جلسوں میں بیٹھا ۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ کسی نے ان کے اس قول کو رد کیا ہویا ان کو الزام دیا ہو۔

یہی دوسری حدیث[3] ہے کہ ابی الاحوص کہتے تھے کہ ہم ابوموسیٰ کے گھر میں عبداللّٰہ کے کئی رفیقوں کے ساتھ تھے وہ لوگ ایک مصحف دیکھ رہے تھے کہ پھر عبداللّٰہ کھڑے ہوگئے پس ابو مسعود نے کہا میں نہیں جانتا کہ رسول اللّٰہ نے اپنے بعد قرآن کا جاننے والا اس شخص سے زیادہ کوئی چھوڑا ہو جو کھڑا ہوا ہے"۔ اور سنن ابن ماجہ باب فضائل اصحاب رسول اللّٰہ میں ابوبکر اورعمر کا مقولہ درج ہے کہ " رسول اللّٰہ نے فرمایا تھاکہ جس کا جی چاہے کہ قرآن کو تازہ بتازہ پڑھے جیسا وہ نازل ہوا تو چاہیے کہ ام عبد کے بیٹے (یعنی عبداللّٰہ) کی قرات پر پڑھے۔

چاروں استادوں کی سوانح

---

[1] عن عبداللّٰہ قال والذی لا الہ غیرہ مامن کتاب ا للہہ سورۃ الا فا علمہ حیث نزلت الخ مسہ لمہ کتاب الفضائل باب فضائل عبدا للہہ)۔

[2] عن ابی الا حرص قال کنا فی دارابی موسیٰ نفہا من اصحاب عبدا للہہ ھمہ ینظرون فی مصحف فسقا مہ عبداللّٰہ نقال ابومسد ما اعلمہ رسول اللّٰہ ترک بعدہ اعلمہ بما انزل ھذا القائمہ الخ (ایضاً نمبر۲۳)۔

[3] من عبداللّٰہ ابن مسعود ان ابابکر وعمر بشراہ ان رسول ا للہہ قال من احب ان یقرا القرآن غضاًکما انزل فلیقرہ عی قواۃ بن اُمہ عبد (ابن ماجہ فضائل الصحاب فضائل عبدا للہہ)

اُوپر معلوم ہوچکا ہے کہ حضرت نے قرآن کے چار مستند اُستاد مقرر فرمائے۔ عبداللهٰ، ابی، سالم اور معاذ ان چاروں میں سے حضرت سالم تو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے یعنی اسی جنگ میں کثرت سے قاریان قرآن شہید ہوگئے تھے جس کی وجہ سے حضرت عمر نے اوّل بار قرآن جمع کروایا تھا۔ اور حضرت معاذ خلافت عمر میں فوت ہوچکے تھے (دیکھو اتقان نوع ۲۰) مگر یہ دونو بزرگ صحابہ زندہ تھے اوراسی عہد خلافت ثالث میں فوت ہوئے ۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت عثمان نے قرآن کو جمع کرایا اور لوگوں کو اس کار پر مامور کیا تو عبداللهٰ اورابی نے حضرت عثمان کی کچھ اعانت کی یا مخالفت ۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونو بزرگ حضرت عثمان کی سخت مخالفت پرتلے رہے اورحضرت عثمان ان کی مخالفت پر حتیٰ کہ عثمان ان کے قرآنوں کو سوختنی سمجھتے تھے۔ اوریہ ان کے قرآن کو جب حضرت عثمان نے زید بن ثابت کو کتابت قرآن پر مامورکیا تو انہوں نے خلیفہ کے اس انتخاب کو نفرین کی نگاہ سے دیکھا وہ ہرگز زید کو اس اہم اورمقدس خدمت کی انجام دہی کے سزاوار نہ سمجھتے تھے اوران کا فرمانا بھی بجا تھا۔کیونکہ گوزید کو کاتب وحی کالقب دیا جاتا ہے مگر لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ وہ ایک شخص تھے جو بعد ہجرت مدینہ میں مسلمان ہوئے اورتیرہ چودہ سال تک جب حضرت مکہ میں تشریف فرما تھے یہ بالکل کتابت وحی سے محروم اورقرآن وایمان سے بابلد محض تھے پس قرآن دانی میں ان کی معلومات بہت محدود تھے ۔ بالخصوص ابن مسعود سے شخص کے مقابل جن کو قرآن سکھلانے پر خود آنحضرت نے مامور فرمایا تھا اورجن سے بڑھ کر کوئی دوسرا قرآن دان موجود نہ تھا۔

حضرت عبداللهٰ کی مخالفت زید بن ثابت سے

وہی حدیث جو ہم اوپر نقل کرچکے اورجس میں ذکر ہے کہ کیونکر حضرت عثمان نے قرآن کو جمع کروایا جامع ترمذی میں بھی وارد ہے اورابو اب تفسیر القرآن میں تفسیر سورہ توبہ کے آخر اسی حدیث کے سلسلہ میں روایت[1] ہے کہ عبداللهٰ بن مسعود نے اس بات کو مکروہ سمجھاکہ زید قرآن کی کتاب پر مامورہو اوربولے اے

---

[1] قال الزهری فاخبرنی عبیداللهٰ بن عبداللهٰ بن عتتبۃ ان عبداللهٰ بن مسعود کرہ لذید بن ثابت نسخ المصاحف وقال یا معترا المسلین اعزل عن نسخ کتابۃ المصاحف ویترہ ھا رجل واللهٰ لقد اسلمت وانہ لفی صلب رجل کافریرید زید بن ثابت ولذالك قال عبداللهٰ بن مسعود دیا اھل العراق اکتموا لمصاحف التی عندکمہ وغلوھا الخ رجا مع الترمذی ابواب التفسیر آخز سورہ توبہ)

مسلمانو ں کے گروہ اندھیر ہے کہ مجھ سا شخص تو قرآن لکھنے سے معزول کیا جائے اوراس پر ایک ایسا شخص مامور ہو کہ بخدا جب میں مسلمان ہوچکا تھا تو وہ اس وقت ایک کافر کی پشت میں تھا۔ جس سے ان کی مراد زید بن ثابت ہے اوراسی واسطے عبداللہ بن مسعود نے کہاکہ اے اہل عراق چھپا ڈالو وہ مصاحف جو تمہارے پاس ہیں اوران کو مقفل کر ڈالو"۔ حضرت عثمان کے طرفداروں کو یہ قول کتنا کڑوا لگا ہوگا۔

ابن مسعود اورابی بن کعب کے قرآن کیونکر تلف کردئیے گئے

پس معلوم ہوا۔ کہ صحیفہ عثمانی یعنی قرآن رائج الوقت کی تالیف میں عبداللہ بن مسعود نے نہ کچھ مدد دی اور نہ اس کو تسلیم کیا بلکہ اس کی اوراس کے کاتبوں کی مذمت فرماتے تھے اور جب خلیفہ نے اپنے صحیفہ کورواج دینا چاہا تو ابن مسعود نے اس کی مخالفت کی۔ مگر جب وہ مخالفت میں بوجہ زورورُعب خلیفہ وقت کے کامیاب نہ ہوسکے اورجب خلیفہ نے تمام قرآنوں کو جو ان کے صحیفہ کے مخالف تھے غارت کرنا شروع کیا تو ابن مسعود نے اپنے تابعین یعنی اہل عراق کو حکم دے دیاکہ تم اپنے اپنے قرآنوں کو پوشیدہ کرو اوران کو جہاں تک ممکن ہو خلیفہ اوران کے کارکنوں کے ہاتھوں سے بچاؤ۔ مگر کہاں ممکن تھا کہ ابن مسعود کی خلیفہ کے آگے پیش جاتی حضرت عثمان نے حکم دیا خود وہ نسخہ ابن مسعود کے پاس تھا ان سے چھین لیا جاوے اوربلا دریغ جلا ڈالا جاوے بچارے ابن مسعود کچھ حفصہ سے ذی وقارتو تھے نہیں۔ان کا قرآن نہ بچ سکا انہوں نے اس کے بچانے میں بضد کی۔ مگر حضرت عثمان کے عمال زدوکوب کرکے قرآن انکے ہاتھ سے چھین لئے گئے۔ یہ ایک بڑا درد ناک قصہ ہے اوربڑی عبرت کا مقام قرآن کے متعلق حضرت عثمان کے ہاتھ سے یہ چند ناکردنی باتیں ایسی ہوگئیں جن کے باعث مسلمانوں میں ان کی طرف سے بغاوت پھیل گئی اورانجام کار بڈھے خلیفہ شہید ہوگئے۔

حضرت عثمان نے جو سلوک اس بزرگ ماہرقرآن کے ساتھ کیا اس کا شیعوں کو بہت بڑا گلا ہے اوروہ خلیفہ پربہت الزام لگاتےہیں ۔ سینیوں نے طرح طرح معذرت خلیفہ کی طرف سے کی ہے۔ مگران کے سب سے بڑے مناظر شاہ عبدالعزیز دہلوی کو اپنے تحفہ اثنا عشریہ میں طوعاً وکرہاً اس قدرماننا ہی پڑا ہے کہ عبداللہ

---

[1] عبداللہ بن مسعود ابی بن کعب کہ بعض قرات شادو در(مصحفہا ئے خودنوشتہ بودندھا حالانکہ بعضی عبارات اوعیہ قونوت وبوند بعضے عبارات تفسیر کہ

بن مسعود وابی بن کعب نے بعض قرائتیں غیر مشہور اپنے اپنے قرآنوں میں لکھالی تھیں حالانکہ ان میں بعضی عبارتیں تو دعاؤں اور قنوت کی تھیں اوربعضی عبارتیں تفسیر کی جن میں جناب پیغمبر وقت تلاوت کے قرآن کے معنی بیان کرتے تھے ان[1] صاحبوں نے اپنے اپنے قرآنوں کو موقوف کرنے س ے انکارکیا تھا اوران کے قرآنوں کے باقی رہ جانے سے دین میں ایک بہت بڑا فتنہ پیدا ہوتا تھا اورنفس قرآن میں اختلاف واقع ہوتا تھا جس کی وجہ رفتہ رفتہ بہت سی برائیاں نکل اٹھتیں ۔ ان قرآنوں پر قبضہ کرنے میں عثمان کے غلاموں نے بیشک ابن مسعود کے ساتھ سختی کی اوراس بزرگ کو چوٹ اورصدمہ بھی پہنچا۔ کچھ عثمان نے ان غلاموں کو یہ فعل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اورابی بن کعب نے تو اپنا قرآن خود بلا مزاحمت حوالہ کردیا" غرض کہ بقول شخصے مرگ انبوہ جشنے دارد۔ یہ دونوں نہایت ہی مشہور اور تاریخی نسخ قرآن کے جو گویا یا صحابہ کے ماہ نازتھے ۔ دوسرے ہزارہا قرآنوں کے شمول جلا ڈالے گئے اوراب یہ بحث محض بے سود ہے کہ یہ فعل حضرت عثمان کا تھا یا ان کے غلاموں کا یادونو کا ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ یہ جلائے کیوں گئے ۔ سو ہم کو یہ بالیقین معلوم ہوگیا کہ اس کا باعث سوائے اس کے اورکچھ نہ تھا کہ وہ صحیفہ عثمانی سے مخالف تھے ان کے سامنے صحیفہ عثمانی بیقدر تھا اورانکے رہتے اس کو فروغ ممکن نہ تھا۔

قرآنوں کے باہمی اختلاف کی نوعیت

اب یہ توظاہر ہے کہ ان قرآنوں میں کوئی بہت بڑا اختلاف تھا جس کی وجہ سے نفس قرآن مشتبہ ہوا جاتا تھا اوردین میں فتنہ عظیم برپا ہوتا تھا۔ مگر اس اختلاف کی تفصیل کسی کو نہیں معلوم ہوسکتی کیونکہ وہ قرآن ناپید ہوگئے پھر بھی اختلاف کے ایک پہلو کی نوعیت معلوم ہے جس کا تذکرہ رسالہ تالیف القرآن کے صفحہ ۱۹تا

پیغمبر دروقت تلاوت قرآن معنی آں میفر مووند ازموقوف کرون مصاحف خود ابا درزید دوبقائے مصاحف ایشاں فتنہ عظیم دردین پیدا مے شدکہ درنفس قرآن اختلاف واقع بودرفتہ رفتہ منبہ قبائح بسیارے شد درگرفتن مصاحف غلامان عثمان یشاں رایاس امرکردہ باشدہ ابی بن کعب مصحف خودرا مے بے مزاحمت حوالہ نمودوند تحفہ اثنا عشری نول کشوری

[1] شاہ صاحب ان قرآنوں کے متن کا سقم ہم کو اس طرح بتلاتے ہیں ۔ وہ بھول گئے کہ جن لوگوں کی قرات پر وہ حرف لارہے ہیں ان سے بہتر قرآن پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ جگت استاد تھے اوران کے سامنے دوسرے سب طفل وبستان وہ توایسے بدشعورنہ تھے کہ قرآن کو غیر قرآن سے تمیزنہ کرسکتے اورحضرت عثمان کی اصلاح کے محتاج ہوں۔

۲۲ میں ہوا ہے یعنی کم سے کم اختلاف ایک یہ تھا کہ عبداللہ بن مسعود اپنے قرآن سے سورہ فاتحہ اورآخر کی دوسورتیں خارج کرتے تھے اورابی بن کعب اپنے قرآن میں دوسورتیں ایسی بھی درج کرتے تھے جو صحیفہ عثمانی میں ندارہیں اوراختلافات بھی اسی قبیل سے سمجھنا چاہیے جو دین میں فتنہ عظیم برپاکرنے والے اورنفس قرآن میں اختلاف پیدا کرنے والے متصور تھے۔ یہ تو ظاہر ہوگیا کہ حضرت عثمان نے ابن مسعود کا قرآن چھین کر جلا ڈالا اوران کے یاروں کے قرآن بھی جو اس صحیفہ کی نقل تھے جلوائے گئے مگر ابن مسعود نے اہل عراق کی تاکید کی تھی کہ جہاں تک بن پڑے اپنے اپنے قرآنوں کوپوشیدہ کرڈالو۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں اگرکوئی بھولا بسرا نسخہ ابن مسعود کے کسی یار کے پاس رہ گیا اوردستبرد خلیفہ سے اس وقت بچ گیا اورشائد سچ ہو جونامہ دانشوران ناصری مطبوعہ ایران جلد اول صفحہ ۲۸٦ ، ۲۸۷ میں مسطور[۱] ہے" کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ ۳۹۸ ہجری میں دارالخلافت بغدارمیں

[۱] صفحہ ۵۳ درکتب یہ مسطوراست کے درسال ہی صدونود، ہشت ہجری درالخلافت بغداد مابین مریدان شیخ مفید کہ ریاست فرقہ امامیہ دشت وتابعان ابوحامد اسفرآئینی کہ امام عامہ بودنزاے بزرگ افتا وبشا کہ آں دورئیس بنام چارے چندے سےرخ درنقاب غیاب کشید نددبروطیقہ تدریس وحق تروج قیام نتوانستند ۔۔۔۔ قضاراورہماں اوقات

چوتھی صدی ہجری میں ایک قرآن جلایا گیا

فرقہ امامیہ کے رئیس وقت شیخ مفید کے مریدوں اورسنیوں کے امام ابو حامد اسفرائینی۔ کے پیروان کے درمیان ایک ایسا جھگڑا پیدا ہوگیا کہ دونوں رئیس کچھ دنوں کے لئے نگاہ ِخلق سے پوشیدہ ہونے پر مجبور ہوئے اورتدریس کا سلسلہ اوراشاعت علم کا معمول بند کردینا پڑا۔۔۔۔ قضارکا اسی زمانہ میں سنیوں کے ہاتھ میں ایک صحیفہ قرآن پڑگیا اوریہ مشہورہواکہ وہ صحیفہ عبداللہ بن مسعود ہے۔ جو تمام مصاحف سے بے اندازہ اختلاف رکھتا تھا۔ اسی سال اٹھائیسویں ماہ رجب کو جمعہ کے دن شرفاء فقہا وقاضیوں کی ایک بہت بڑی مجلس منعقد ہوئی جس کے سامنے وہ مصحف لایا گیا اورتمام لوگوں نے اس قرآن کی آیتوں کو دیکھا اوراس میں جوجو مقامات مختلف تھے ان کو اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا اورتب ابوحامد

مصحفے ۔ بدست اہل سنت وجماعت افتادہ چنین مذکورہ شد کہ آن مصحف بداللہ بن مسعود است وآنرا بسائر مصاحف اختلاف بگزانے یودریوم جمہ ہیست وہشتم شہر رجب آں ساں اشراف وفقہا وفضاۃ مجھے بزرگ ترتیب دادند واں مصحف رادرآنجا حاضر ساتخہ ہگی درآیاتش نظرکردند۔ مواضع اختلاف برائے لعین مشاہدت نمودند ابوحامد سائر فقہا تحریق واتلاف آں حکم کردہ فتویٰ نوشتند سنیاں مصحف اور ہماں محضر بسوختند (ناموردانشواراں ناصری)

اورتمام فقہا نے اس نسخہ کے جلانے اورتلف کرنے کا حکم دیا اور فتویٰ لکھ دیا اوراسی جگہ سنیوں نے اس کو جلا ڈالا " او ربقول غالب ۔

ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

(۴۔) قرآن عثمانی پراجماع کا دعویٰ

حضرت علی نے قرآن جمع کیا اس کا پتہ نہ لگا حضرت سالم نے قرآن جمع کیا وہ بھی غفلت کی تاریکی میں معدوم ہوگیا۔ حضرت ابوبکر نے قرآن جمع کیا مروان نے مسلمانوں کی آنکھوں کے آگے اس اس کوپھونک دیا۔ عبداللہ بن مسعود نے قرآن جمع کیا غلامان۔ حضرت عثمان نے زدوکوب کرکے چھین لیا اورآگ میں ڈال دیا۔ اُبی بن کعب نے قرآن جمع کیا ۔ بیچارے نے ابن مسعود کی درگت دیکھ کر قہر درویش پر جان ودریش اس کو بھی حوالہ فنا کیا۔اب سوائے صحیفہ عثمانی کے کوئی دوسرا قرآن باقی نہ رہا۔ یہ سب غالب آیا اوراس نے سب کو نیست کر ڈالا ۔

ناوک نے تیرعیسد نہ چھوڑا زمانہ میں

مگر پھر بھی یہ دعویٰ کیا جاتا۔ جیساکہ مولوی علی بخش خان صاحب کی زبان سے ہم نے سنا کہ اسی قرآنی عثمانی پر" اجماع منعقد تھا اوررہے"۔ جب ہم اس بات پر غورکرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود اوراُبی بن کعب ان عظیم الشان صحابہ میں سے تھے جن کی قرات قرآن کوآنحضرت نے معتبر قراردیا تھا تو اس سانحہ عظیم پر ہم انگلی دانت تلے دباتے ہیں اورجو لوگ حضرت ابوبکر کا مرتبہ پہچانتے ہیں ان کو معلوم ہوا ہوگا کہ صحیفہ حفصہ کی کیا شان تھی اورہم خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کتنا بڑا حصہ معاشر المسلمین کا جن کی وکالت یہ تینوں صحیفے حفظ قرآن میں کررہے تھے۔
صحیفہ عثمانی کی مخالفت پر تلا ہوا تھا کہ ان کی زبان کے سوائے سیف عثمانی کے کوئی شے روکنے والی نہ تھی پس اس زعم فاسد ووہم وسد کا پوری طرح ازالہ ہوجاتا ہے ۔ کہ اس صحیفہ عثمانی پراجماع منعقد ہوا تھا۔ اگر اجماع کے یہی معنی ہوں تو ہم کہتے ہیں کہ معرکہ کربلا پر بھی اجماع منعقد ہوا تھا۔حدیث ثقلین میں آیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے بیچ دو دوھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک قرآن دوسری اپنی اہل بیت۔سو قرآن کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس کا مرثیہ ہم نے یہاں سنادیا اوراہل بیت کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ تم محرم میں سنتے ہو۔ دونو کےکرنے والے مسلمان تھے۔ دونو کے سامی مسلمان ع

ہیچ کا فرنہ کند آنچہ مسلمان کردند

فصل پنجم۔ قرآن عثمانی قرآن نبوی کا صرف ایک جُزہے جس سے کوئی شخص بدلائل انکارنہیں کرسکتا

ایک بہت بڑا حصہ قرآن کا ان بیشمار صحیفوں اور قرآنوں کے قاریوں کے ساتھ ضائع ہوگیا۔ جو بعد خلیفہ ثالث جلاڈلے گئے یا جو جہادوں میں شہی ہوگئے۔

دوبڑی سورتیں تلف ہوگئیں

مسلم الکتاب الزکواۃ میں ابو الاسود سے روایت[1] ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے بصرہ کے تین سو قاریوں کےسامنے کہاکہ " ہم ایک سورۃ پڑھا کرتے تھے جو طول وعید کے لحاظ سے سورہ توبہ کے برابر تھی مگر میں اس کو بھول گیا اوراس سے مجھ کو صرف اس

---

[1] صفحہ ۵۴ عن ابی الاسود قال بعث ابوموسیٰ الاشہریالی قرآء اہرالبصرۃ فدخل الیہ اثلاث مائۃ رجل قدقرآء القرآن فقال انتم خیارا اہرا البصرۃ وقرادھم فاتلوہ ولا یطولن علیکم الامد فتصر قلوبکمہ کماقست قلوب من کان قبلکمہ وانا کنا نقرا سورۃ نشبھما فی الطول والشدت ببرآۃ فانسیتمھا غیرانی قد حفظت منھا لوکان لابن ادمہ وادیان من مال لاتبغ وادیا ثالثا ولا یملا حرف ابن ادم الاالتراب وکنا نقرا اسورۃ کنا نشبھما باحدی المسجات فانسیھا غیرانی قد حفظت امنھا یایہاالذین امنوا لمہ تقولوما تعطلون فتلتب شہادۃ فی اعنا قکمہ

قدر یادرہ گیا۔ اگربنی آدم کو مال سے بھری ہوئی دو دادیاں ملتیں تو وہ تیسری دادی کا طلبگار رہوتا اورابن آدم کا پیٹ نہیں بھرتا مگر خاک سے اورہم ایک اورسورۃ پڑھا کرتے تھے جو مسبحات کی سورتوں میں سے ایک کے مانند تھی میں اس کو بھی بھول گیا اوراس میں سے صرف یہ یادرہ گیا " اے ایمان والوکیوں کہتے ہو وہ جوکرتے نہیں اس کی گواہی تمہاری گردنوں میں لکھ دی ہوتی ہے اوراس کی بابت تم سے قیامت کے دن سوال ہوگا"۔ ان آیتوں میں سے کوئی آیت قرآن موجودہ میں نہیں اوروہ دوسورتیں جن کا یہ آیتیں جزوہیں ۔ انہیں نسخوں کے ساتھ ضائع ہوگئیں جو عہد عثمان میں پھونک دیئے گئے۔

آیت رضاعت تلف ہوگئی

مسلم کتاب الرضاع[2] میں حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ فرماتی تھیں کہ جوکچھ قرآن میں نازل ہوا اس میں یہ تھا دس بار دودھ چوسنا حرمت پیدا کرتا ہے پھر یہ منسوخ ہوگیا پانچ باردودھ چوسنے سے اورجب رسول اللہ نے وفات پائی تو یہ آیت قرآن کے

---

[2] صفحہ ۵۴ عن عائشہ انما قالت کان فی ما انزل من القرآن عشر صغاتِ معلوماتٍ لحرفون ثمہ نسخن لخمس معلوماتٍ فتوفی رسول اللہ وھی فیھا یقرامن القرآن (مسلمہ کتاب الرضاع)۔

اندرپڑھی جاتی تھی" ۔ یہ روایت سوائے بخاری کے صحاح ستہ کی ہر کتاب میں مذکورہے۔دیکھو جو آیت یقینی قرآن شریف جزو تھی اورجو وقت وفات نبی تک قرآن میں پڑھی گئی قرآن موجود ہ سے مفقود ہے۔

آیت رجم قرآن سے تلف ہوگئی

مسلم کتاب الحدو[1]د میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا جس وقت وہ منبر رسول اللہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ بے شک اللہ نے محمد کو حق کے ساتھ بھیجا اوران پرکتاب نازل فرمائی پس جوکچھ اللہ نے ان پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں آیت رجم بھی تھی ہم لوگوں نے اس کوپڑھا اوریاد رکھا اورسمجھا اوربعد ان کے رجم بھی کیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جب ایک مدت گزرجائے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ ہم کوآیت رجم کتاب اللہ میں

---

[1] صفحہ ۵۴ عن عبداللہ بن عباس یقول قال عمربن الخطاب وھو جالس علیٰ منبر رسول اللہ ان اللہ بعث محمد بالحق وانزل علیه الکتاب فکان مما انزل اللہ علیه الرجم قرانا ھا وہ عینا ھاوعقلنا ھافر جمہ رسول اللہ ورجمنا بعدہ فانخشےٰ ان لحال بالناس زمان ان یقول قائن مانجد الرجمہ فی کتاب اللہ حق علیٰ من زنا نا حمن من الرجال والنساء اذاقالت البینۃ ارکان الحمل اولا عتراف (مسلمہ کتاب الحدود)

نہیں ملتی اورلوگ گمراہ ہوجاویں ایسے فرض کو ترک کرکے جسے خدا نے نازل کیا۔

دوآیتیں بکری کھاگئی

سنن ابوداؤد کتاب الحدود باب فی الرجم میں اسی روایت کے سلسلہ میں یہ اضافہ[2] ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کردیا تو میں اس آیت رجم کو قرآن میں لکھ دیتا" یہی قول آپ کا کتاب الحدود موطا امام مالك میں وارد ہے اوریہ حدیث بخاری میں بھی ہے دیکھو یہ آیت جو حسب شہادت حضرت عمر جزو قرآن ہے صحیفہ عثمانی میں ندارد ہے۔ ان آیتوں کی زندگی کی تاریخ واقعی قابل افسوس ہے ۔ سنن ابن ماجہ ابواب[3] النکاح میں" حضرت

---

[2] صفحہ ۵۹۔ عند عبداللہ بن عباس ان عمربن الخطاب خطب فقال۔۔۔۔ فالرجمہ حق علی،من زنی من الرجال والنساء اذاکان محضا اذا قامت البینۃ وکان حمل واعتراف وایمہ اللہ لولاین یقول الناس زاد عمرفی کتاب اللہ عزوجل فکت جتہا ۔ (سنن ابوداؤد۔ کتاب الحد دوباب فی الرجمہ)

[3] صفحہ ۵۵ عن عائشۃ قالت لقد نزلت ایته الرجم والرضاعۃ الکبیر حشرا ولقدکان صحیفۃ تحت سریری فلما مات رسول اللہ تشا غلنا بمرته دخل واجن فاکلما (سنن ابن ماجہ ابواب النکاح)۔

عائشه سے مروی ہے کہ آیت رجم اوربالغ کو دس بار دودھ چوسادینے کی آیت نازل ہوئی تھیں اور وہ صحیفہ (جن پر لکھی تھیں) میرے تخت کے نیچے تھا ۔ پس جب رسول اللہ کا انتقال ہوا اورہم ان کی تجہیز وتکفین میں مشغول تھے ایک بکری گھس آئی اور اس کو کھاگئی ۔ اس کو صرف ایک نظیر اس بات کی سمجھنا چاہیے ۔ کہ اکثرآیت قرآن باوجود کتابت وتحریر کے کیسی آسانی سے تلف ہوجاتی تھیں۔ یہ بالکل مبالغہ نہیں کہ جو بدنظمی وبے احتیاطی قرآن کے حق میں ابتداً سرزد ہوئی ۔ دنیا میں کسی کتاب کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا گیا اورنتیجہ یہ ہواکہ گوہ وہ صحیفہ قرآن جو حضرت عثمان نے جمع کرایا ہم تک بے کم وکاست پہنچا مگر وہ قرآن جوآنحضرت چھوڑگئے گم ہوگیا اوریہ جو باقی ہے صرف اس کی یادگارہے کچھ بے ترتیب حصص جو اپنی قسمت سے بچ رہے۔

سورہ احزاب ناقص

اتقان نوع ۴۷ جلد دوم صفحہ ۲۶ میں روایت[1] ہے کہ " حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ سورہ احزاب جیسے زمانہ نبی کریم میں پڑھی جاتی تھیں اس میں دوسوآیتیں تھیں۔ لیکن جب قرآن کو عثمان نے لکھوایا تو ہم کو اس سے زیادہ ملی جتنی وہ اب موجود ہے"۔ اب احزاب میں صرف ۷۳آیتیں ہیں تو اس حساب سے ۱۲۷آیتیں گم ہوگئیں۔

سورۃ توبہ ناقص

اتقان نوع ۱۹۔ جلد اول صفحہ ۶۹[2] میں " مالک کا قول منقول ہے کہ جب سورہ توبہ کا اول حصہ ساقط ہوگیا تو اس کے ساتھ بسم اللہ بھی ساقط ہوگیا۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ وہ سورۃ لمبائی میں

[1] صفحہ ۵۵ عن عائشۃ قالت کانت سورۃ الاحزاب تقرافی زمن النبی □ مائتی ایات فلما کتب عثمان المصاحف لمہ نقد رمنہا ماہر الاان (کتاب الاتقان فی علوم القرآن جلال الدین السیوطی جلد دوم صفحہ ۲۶ مصری)

[2] صفحہ ۵۵ من مالک ان اولہا سقط البسملت فقد ثبت انہا کانت تعدل البقرۃ بطولہ اولی مصحف ابن مسعود اثنتا عشرۃ صورۃ نہ لمہ یکتب المعوذتین وفی مصحف ابی ست عشرۃ رانۃ کتب فی آخر سورۃ الحقد الخلم الاتقان جلد اول صفحہ ۶۹

سورۃ بقرہ کے برابر تھی"۔ تو معلوم ہواکہ اس کا نصف سے زیادہ حصہ ضائع ہوگیا اوراس پربسم اللہ بھی ندارد ہے۔

دو اورسورتیں غائب

اسی جگہ یہ بھی لکھا[1] ہے کہ " ابی بن کعب کے قرآن میں ۱۱۶ سورتیں تھی کیونکہ آخر قرآن میں وہ دو اورسورتیں یعنی حقداراور خلع بھی درج کرتے تھے " یہ دو سورتیں بھی صحیفہ عثمانی میں ندار دہیں ۔

قرآن کی اتنی سورتیں اورآیتیں ضائع ہوگئیں کہ ان کا شمار کرنا عبث ہے اوراسی لئے بن عمر کا قول ۳۷ (اتقان جلد دوم صفحہ ۲۶) ہے کہ " تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے قرآن سارا کا سارا پالیا اس کو کیا معلوم کہ سارا قرآن کیا ہے۔ کیونکر قرآن کا بہت بڑا حصہ بے شک گم ہوگیا پس اس کو یہ کہنا چاہیے کہ میں نے ص رف اس قدرپایا جو مل سکا"۔

ہم نے یہ روایتیں سنیوں کی معتبرکتابوں کے حوالہ سے نقل کی ہیں جو عموماً قرآن کے نقصان کے منکر ہیں۔ پھر بھی کسی صاحب کا حق کی مخالفت میں یہ بول اٹھنا آسان ہے کہ یہ سب ضعیف روائتیں ہیں ہم نہیں مانتے مگر ان کو قدرعافیت تب معلوم ہوگی جب وہ یہ سمجھنے یاسمجھانے بیٹھینگے۔ کہ اگریہ روائتیں غلط تھیں توکون امر ان کے وضع کئے جانے کا محرک تھا اورپھر جس حال میں کہ ان کی مخالفت میں تمام ہمتیں اورطاقتیں صرف کردی گئیں جو ایمان داروں کے درمیان وہ کیونکر مشہورہوگئیں اورکیسے اب زندہ رہیں۔درآنحالیکہ یہ روائتیں نہ اسلام کی شان بڑھاتی ہیں نہ مسلمانوں کے فخرکا باعث تھیں۔ کہ کوئی دل سے تراش لیتا پس ان کی سخت جانی کا باعث حق کی پائداری کے سوا اورکچھ نہیں ہوسکتا۔ وہ ایسی معتبرہیں کہ ان سے نہ شیعہ انکارکرسکتے ہیں نہ سنی۔

شیعے قرآن کے نقصان کے معترف

سنیوں کو عموماً قرآن کے نقصان کا انکارہے۔ مگر شیعوں نے اس نقصان کا اقرارکرلیا۔ بلکہ سنیوں کے نہایت مستند عالم شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی مشہورکتاب تحفہ میں ان کو اس قرار

[1] ایضاً

اوراصرار پر الزام بھی دیا اور وہ بالکل سچ ہے۔ شاہ صاحب باب چہارم میں فرماتے ہیں[1]۔

شیعوں کی ایک بڑی جماعت نے اپنے اماموں سے روایت کی ہے کہ " قرآن جونازل ہوا تھا ۔ اس کے بہت مقاموں میں تحریف واقع ہوچکی اوراس میں سے آیتیں بلکہ سورتیں بھی نکل گئیں اوراس کی ترتیب میں بھی تغیر ہوگیا اور اب جوموجود ہے وہ مصحف عثمانی ہے جس کی سات نقلیں اطراف عالم میں مشہورکرادی گئی تھیں اورجو شخص نازل شدہ قرآن کو اصلی ترتیب ووضع سے پڑھتا تھا اس کو پٹواتے تھے اوردُرے لگواتے تھے حتیٰ کہ طوعاًوکرہاً سب لوگوں کویہی قرآن مان لینا پڑا"۔ اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ " اس قرآن کو شیعوں کے خیال کے مطابق ان کے اماموں نے معتبر نہیں سمجھا اورقابل استد لال اور تمسک شمار نہیں کیا ۔ چنانچہ یہ امر کلینی وغیرہ ان کی معتبر کتابوں سے نقل کیا جائیگا " ۔

[1] صفحہ ۵۶ جماعت کثیر ازامالیہ ازآئمہ خود روایت کردہ الذکر قرآن منزل راتحریف ازمواضع آں اسقاط آیات بلکہ سورہ نیزوقوع آمدہ ترتیب ہم متغیر شدہ وحالا آنچہ موجود ست مصحف عثمان ست کہ ہفت نسخہ ان نوشتہ باک عالم شہرت داد کسے راکہ قرآن منزل باصل ترتیب وضع میخوران ضرب وشلاق نمودآنکہ طوء واکرہاً ہما فاق بریں مصحف اجماع کردند تحفہ با چہارم۔

مگرچونکہ سنی شیعہ بچاروں کو یہ کہہ کربہت تنگ کرتے ہیں جب ہم نے قرآن بگاڑڈالا تو تم نے کیوں درُست نہ کرلیا۔ اب تم ہمارے قرآن کو کیوں پڑھتے ہو تمہارے اکابر کیوں پڑتے سوتے تھے جب ہمارے اکابر قرآن کو بگاڑرہے تھے اس لئے شیعوں کے بعض علماء نے تقیتہً یہی کہنا شروع کردیاکہ خدا کی کتاب ہے اس کو کون بگاڑیگا قرآن نہیں بگڑا جیسا تھا ویسا ہی ہے۔

مگر وہ اس بات کا انکارنہیں کرسکتے۔ کیونکہ ان کے سب سے معتبر عالم شیخ محمد یعقوب کلینی نے اس کی روایت کی ہے۔ جیسا شاہ صاحب نے اسی باب میں نقل فرمایا ہے " روی الکلینی عن ھشام ابن سالمہ عن ابی عبداللہء ان القرآن الذی جاء بہ جبریل ابی محمد سبعۃ عشرالف آیات یعنی وہ قرآن جس کو لے کر حضرت جبرئیل حضرت محمد پر نازل ہوئے اس میں سترہ ہزارآئتیں تھیں ۔ قرآن موجودہ کوئی سواچھ ہزارآیتیں ہیں۔ پس اس حساب سے گویا ایک ثلث قرآن باقی رہا اوروہ ثلث ناپید ہوگیا۔ بعض شیعوں نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ جوکچھ جبرئیل لائے یعنی قرآن اورغیر قرآن مثل حدیث قدسی کے وہ سب ملاکر سترہ ہزارآیات تھا مگریہ قول باطل ہے ۔ کیونکہ حدیث کو آیت نہیں کہتے اوریہاں تو صاف

لکھا ہے کہ جبرئیل جو قرآن لائے یعنی جو غیر قرآن ممتاز ہے اس کی تعداد ستره ہزار آیت تھی۔ پس چاہے سنیوں کے مقابلہ میں آبرو رہے یا جائے سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں اورہندوستان کے شیعوں نے تو مسئلہ تحریف قرآن کا کبھی انکار ہی نہیں کیا دور کیوں جاتے ہو مجتہدین لکھنو کا یہ مسلمہ ہے۔ مجتہد العصر والزمان جناب سید علی محمد صاحب نے نواب محمد حسین قلی خان صاحب کے جس ترجمہ اردو قرآن شریف کو منظور فرما کر شیعوں میں رواج دلوایا ہے۔ اس میں آیت اناله لحافظون کے اُوپر حاشیہ پڑھا ہے" یہ امر کہ ہر نسخہ قرآن میں کمی یا زیادتی یا تقدیم وتاخیر نہ ہوسکے۔ پس یہ دعویٰ بے دلیل ہے بلکہ عقل قطعی کے خلاف ہے۔ اورکاتبوں سے قرآنوں میں جو غلطیاں واقع ہوتی ہیں وہ طشت ازبام افتادہ ہیں۔۔۔۔۔ اوراسی طرح نظم وترتیب عثمانی میں جو خرابیاں پڑی ہیں وہ علم کلام کی کتابوں میں مشہورومعروف ہیں" صفحہ ٣٢٢، اسی طرح ٢٤ویں سیپارہ کے آخر میں جوآیت لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه۔ اس پر یہ حاشیہ چڑھا ہے اس سے ابطال تحریف نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ فعل غیر ہے اوراس سے اس کتاب میں کسی طرح باطل نہیں آسکتا یعنی واقعی قرآن میں اس لئے کہ وہ غلط زائد قرآن سے ہوگا نہ اس میں سے ۔۔۔۔۔ اس لئے کہ غلطی سے گھٹ بڑھ جانا قرآن کا بدیہی ہے کوئی ایسا نسخہ قرآن کا غالباً نہ نکلیگا کہ جس میں ایسی غلطیاں نہ ہوں۔ الغرض ان محال تاویلوں سے خلیفہ ثالث کی تحریف کی اصطلاح ممکن نہیں اورنظم قرآن میں اورکم کردینے میں کچھ آیتوں کے موافق روایات فریقین ان کی تحریف ثابت ہے" صفحہ ٦٢٦ ہم کوکسی کے اقراریا انکار سے غرض نہیں ہم نے تو واقعات اورشہادت سنادی اورہمارا خطاب مقلدین کے گروہ سے نہیں بلکہ اہل تحقیق سے ہے اورہم نے دکھلادیا کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ ماننے کی بات ہے وہ سراسر حق ہے اگرکسی نے اب تک نہیں مانا تو اب مان لے اوراگر مانتا رہا تو زیادہ مضبوطی سے مانے کیونکہ ایسا کرنا قرآن کے حق میں احسان ہے اس سے اس کے معنی دریافت کرلینے میں بہت زیادہ مدد ملتی ہے۔ بہرحال حق کی طرفداری کرنا چاہیے اورحق بات سے کسی کو نقصان نہیں ہوتا نہ دین میں نہ دنیا میں ع

راستی موجب رضائے خدا است

ماحصل اس کل تقریر کا یہ ہے کہ ہم نے دوپہر کی طرح دکھلایا کہ جو قرآن اب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے وہ اصل قرآن

کا صرف ایک ایڈیشن ہے اس وقت اس سے زیادہ بہتر اور معتبر ایڈیشن یہی موجود تھے جیسے نسخہ ابوبکر یا نسخہ عبداللہ بن مسعود یاابی بن کعب یا نسخہ علی یاان سب کے علاوہ کوئی اور ہرایک ان میں سے مجموعہ قرآن کا صرف ایک ایڈیشن تھا اوراگریہ تمام ایک دوسرے سے آزاد نسخہ جات زبردستی تلف نہ کردئیے جاتے تو ان متفرق نسخوں یا ان کی نقلوں کے مقابلہ کرنے سے کوئی ان سب سے بہتراورصحیح ترین نیا ایڈیشن قرآن بھی تیارہوسکتا تھا ۔ حضرت ابوبکر اورحضرت عمر کے اہتمام سے جو نسخہ قرآن تیار ہوا تھا وہ حضرت عثمان کے نسخہ سے ضرورافضل تھا گو ابن مسعود یا ابی بن کعب یا حضرت علی کے قرآنوں کی ٹکر کا نہ تھا بہرکیف اس میں یہ ایک خوبی ضرورمعلوم ہوتی ہے کہ وہ زیادہ نیک نیتی اورہمدردی دین کے ساتھ مرتب ہوا تھا حضرت ابوبکر یا حضرت عمر نے دوسرے لوگوں کی محنتوں کو ضائع نہیں کرنا چاہا۔ بلکہ لوگوں کوآزادی دے رکھی تھی کہ وہ نقادی کو کام میں لاویں۔ اورمختلف ایڈیشنوں کو ذاتی خوبی کی بنا پر قبول یا ردکریں ۔ جس طرح شاہ عبدالحق صاحب نے مصحف علی کی بابت فرمایا ہے کہ " اگر وہ مصحف مروج اورمشہور ہوتا تو علم کثیر اس سے حاصل ہوتا" ہم بھی ان سب مصاحف قرآن کی نسبت جو حضرت عثمان کے ہاتھوں شہید ہوگئے یہی کہتے ہیں ۔ کہ اگرآج کو وہ یا قرآن کے نقول بھی ہم تک پہنچتے تو ان سب سے بڑا ذخیرہ علم دین ہوتا۔ یسا کہ جس کے مقابل صحیفہ عثمانی دریا کے مقابل گڑھا متصور ہوتا۔

تمام مصحف قرآن کو بے دریغ جلو ڈالنا ۔ حضرت عثمان کے اس فعل کا کوئی ڈفنس نہیں ہوسکتا یہ کہنا کہ انہوں نے رفع اختلاف کی نیت سے یہ کیا۔ یہ کوئی عذرنہیں کیونکہ اگران کی نیت نیک بھی ہوتو بھی قرآن کے نادان دوست ثابت ہونگے اوران کی نیت کا نیک ثابت ہوجانا اس عظیم نقصان کی تلافی نہیں کرسکتا۔ ہم کوا یسے فعل کی دنیا کی علمی تواریخ میں کوئی نظیرڈھونڈھے نہیں ملتی۔ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت عثمان کو کونسا حق حاصل تھاکہ وہ اپنے قرآن کو سب قرآنوں پر بلند کریں۔ کیا وہ صاحب الہام تھے خاطی انسان نہ تھے ۔ کیا اورصحابہ کی طرح وہ غلطی نہ کرسکتے تھے؟ ہاں ہم تویہ کہتے ہیں کہ امر دین میں وہ ابن مسعود یا ابی بن کعب کے برابر بھی نہ تھے۔ بلکہ اگر یہ لوگ اس قسم کی ہمہ دانی کا دعویٰ کرتے تو سزاوار تھا کیونکہ ان کے رتبے بہت ارفع اوراعلیٰ تھے اورتاریخ شاہد

ہے کہ حضرت عثمان نے اموردنیا میں بھی اوروں سے زیادہ خطائیں کیں۔

مولوی عبداللہ صاحب نے حدیثوں کے باب میں جو ایک سچی بات کہی فرض نہ کرو کہ وہ حضرت سلطان روم کے ذہن نشین ہوجاوے اوران کو اپنی کوتاہ نظری سے اس دقت سے نکلنے کی کوئی مفرنہ سوجھے اوروہ ٹھان لیں کہ ہم حدیثوں اوراہل حدیث کاتمام اختلاف مٹا کر ان کو متفق کروالینگے اورچند علما کو حکم دیں کہ تم موطا امام مالک کی بنا پر ایک نئی کتاب حدیث مرتب کروایسی کہ اس میں جتنی حدیثیں لوسب لفظی ومعنوی اختلاف سے بالکل پاک ہوں۔ پھر جب یہ صحیفہ حدیث سلطانی مرتب ہوجاوے تو اس کی کچھ نقلیں دیارو امصار میں روانہ کرکے حکم دیں کہ آج سے کوئی شخص کسی حدیث کو جو سوائے حدیث سلطانی کے ہو نہ پڑھے نہ پڑھاوے اورپھر تمام کتب حدیث مطبوعہ قلمی معتبر وغیر معتبر جہاں ملیں سب کو ڈھونڈھ کر جلوا ڈالیں اگرایسا کریں تو شاید یہ ایک نظیر حضرت عثمان کے فعل کی ہوجاوے اورکچھ دنوں کے لئے لوگ سمجھ جائیں کہ حضرت عثمان نے کیا غضب کیا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا پھر دنیائے اسلام میں سوائے اس نئی حدیث سلطانی کے کوئی کتاب حدیث باقی نہ رہ جاوے تو کوئی شک نہیں کہ رفتہ رفتہ اختلاف بھی مٹ جاوے اورلوگ طوعاً وکرہاً اسی کو مان بھی لیں اورضرورتاً اس نئی کتب سے کام نکالنے کے عادی بھی ہوجاویں کیونکہ اس سے بہتر کوئی کتاب میسر نہ رہیگی۔ بلکہ ایک وہ پشت کے بعد نادان کوتاہ اندیش تو امیرلمومنین کے مداح بھی بن جاوینگے کہ وہ اللہ کیا خوب کیا اختلاف ہی نہ باقی رکھا۔ مگر محققین یہ کہہ کر روئینگے ۔ کہ افسوس علم حدیث مٹ گیا اور جوباقی ہے وہ ایک عظیم الشان محل کے خرابات ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر کیونکہ اس جزو پر وثوق کے ساتھ کوئی اعتبارنہیں کیا جاسکتا نہ بجنسہ ہی یہی حال اس صحیفہ عثمانی کا ہے ۔ مگر ہم اس کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں اوراسلام کے حق میں نعمت ۔

باب چہارم۔ اہل ِقرآن کے خیالات کی تنقید

فصل اوّل۔ جمع وترتیب ِقرآن

لقد کنت فی عفلۃ من ھذا فتشفا عنک غطاک قبصرک الیوم حدید " ترجمہ تو ضرور اس بات سے بے خبر تھا۔ مگر ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اٹھادیا اورآج تیری بینائی تیزہوگئی ۔

مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی جن کے بعض خیالات کا تذکرہ ہوچکا جمع وتالیف قرآن کی بابت اپنے رسالہ اشاعت القرآن میں چند ایسے خیالات ظاہر کرتے ہیں جوبالکل نئے ہیں اور محض تازہ تحقیق ہونے کی وجہ سے ابھی خوب منجھے نہیں اوربظاہر بے بنیاد سے نظرآتے ہیں ۔ لیکن اگر ہم اپنی اس بحث میں ان کو بھی شامل کرلیں تو ہمارا رسالہ نامکمل رہ جاوے۔ دفاتر احادیث سے تو مولوی صاحب ممدوح بالوجوہ منکر ہوئے ہیں اوران کو اسلام میں دخل نہیں دینے دیتے مگراہل حدیث کے مدِمقابل انہوں نے قرآن کو کچھ ایسی ناطق اورکامل کتا ب فرض کرلیا ہے کہ اس کی جمع اورتالیف پر جونہایت ہی مستند روایات ہیں ان کو بھی بلاوجہ بالکل باطل قراردے کر ان کی مسلمہ تاریخی حیثیت کے بھی منکر ہوبیٹھے ہیں۔اگر افراط وتفریط کو ترک کرکے تاریخ اسلام سے وہ بھی مستفید ہوتے تویقیناً ایک بہت بڑی غلط فہمی سے بچ جاتے اورقرآن کو اس بات پر مجبورنہ کرتے کہ وہ اپنی دنیاوی سوانح عمری آپ بتاوے۔

مانی ہوئی بات

مولوی صاحب جمہوراہل اسلام کی اس صائب اورمتفقہ رائے سے جو سراسر واقعات مشتبہ پر مبنی ہے اورجس کومولوی محمد حسین بٹالوی نے بیان کیا بالکل منکر ہیں۔ کہ " قرآن مجید آنحضرت کے بعد خلافت خلیفہ اول پھر خلافت خلیفہ سوم میں جمع ہوا۔ آنحضرت کے وقت اس ہیئت اورترتیب سے جو اس وقت پائی جاتی ہے جمع نہیں ہوا" صفحہ ۴۷ اورکہ " قرآن شریف چونکہ عرصہ ۲۳برس میں تھوڑا تھوڑا کرکے اترا ہے۔ لہذا زمانہ نزول میں اس کا یکجا کتاب کی صورت میں باترتیب جمع ہونا ممکن نہ تھا" صفحہ ۸۱۔ بلکہ اسکے خلاف آپ بڑے وثوق کے ساتھ یہ فرماتے ہیں :

مولوی عبداللہ کا نرالا قیاس

(۱۔) یہ قرآن مجید جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اسی ترتیب وتالیف وجمعیت سے ہے جو لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔

۲۔ وہاں سے بعینہ بڑے پاک اورمقرب فرشتوں کے ہاتھوں نقل ہوکر جبرئیل کو ملا۔

۳۔ جبرئیل نے اسی کیفیت ومکیت وماہیت وطریقت وتالیف وجمعیت سے رسول اللہ کو تعلیم فرمائی اوررسول اللہ نے بعینہ قرآن کریم کو لکھا اورلوگوں کو پہنچادیا۔ اب ان چار اُمورکوآیات

قرآن مجید سے ثابت کیا جاتا ہے۔ صفحہ ۷۶، ان دعوؤں پر جو دلائل قرآنی مولوی صاحب لائے وہ ازروئے منطق بہت مقیم ہیں مثلاً پہلے دعویٰ میں دوجزو ہیں۔

۱۔ یہ قرآن مجید لوحِ محفوظ میں ہے۔

۲۔ قرآن مجید بالکل لوحِ محفوظ کی ترتیب وتالیف وجمیعت کےموافق ہے۔ مگر آیات قرآن مجید سے مولوی صاحب نے صرف پہلا جزوثابت کیا اور دوسرا جزو جس پر تمام دعوؤں کا حصر ہے مطلق کسی آیت سے بھی نہیں ثابت کرسکے۔ اس کو آپ بالکل فرض کرلیتے ہیں اورہم سے فرماتے ہیں"۔ لوح محفوظ والا قرآن کریم آحر کسی نہ کسی ترتیب پر موجود ہے اورکسی نہ کسی نظام پر مرتب ہے۔ پھر جو ترتیب وہاں موجود ہے وہی یہاں موجودہوگی۔" اس ہوگی" کا کون ضامن یہ کوئی لازمی نتیجہ نہیں ہے اس جزو پر آپ کیوں نص قرآن ہم کو نہیں دے سکتے۔ آپ ہی تو فرماتے ہیں" خود قرآن کریم اپنے دعوؤں کے دلائل اپنے پاس رکھتا ہے "صفحہ ۷۷ پس ہم یہ مان لیتے ہیں کہ چونکہ اس دعویٰ پرآپ نے قرآن کریم کی کوئی دلیل ہم کونہیں سنائی اس لئے قرآن کریم کا یہ کوئی دعویٰ نہیں۔

اسی قبیل سے مولوی صاحب کا دوسرا دعویٰ تھا اس کے بھی دوجزو ہیں:

۱۔ فرشتے نقل نویس بڑے پاک اورمقرب ہیں۔

۲۔ انہوں نے بعینہ لوح محفوظ کی ترتیب وتالیف وجمیعت کے مطابق نقل کیاآپ نے" نقل نویس فرشتوں اورجبرئیل اورمحمد رسول اللہ کی پاکی اورامانت کا حال تو مطابق آیات قرآن کریم "ہم کو سنادیا صفحہ ۷۷ مگر دوسرے اہم جزوکوپھر فرض کرلیا اس پر ایک آیت بھی شاہد نہ لائے۔ اوریہ بالکل ممکن ہے کہ قرآن لوح محفوظ کی نقل بھی ہو اورخلاف ترتیب وتالیف وجمعیت لوح کی بھی ہو۔نہیں ہم بھول گئے۔ یہ تو مولوی صاحب نےآپ ہی مان لیا ہے کہ نزول قرآن کی ترتیب دوسری تھی ۔ اوراس کے لئے آپ" خالی ورقوں کی ایک کتاب " فرض کرتے ہیں تاکہ" جوں جوں آیات نازل ہوتی گئیں ان کو جس سورۃ میں جبرئیل نے کہا لکھ دیا" صفحہ ۸۱ پس ثابت ہوگیا کہ نزول قرآن لوح محفوظ کی تالیف وترتیب وجمعیت سے مغائر تھا پس نقل نویس فرشتوں کی تحریرات بھی مغائر تالیف لوح ہوئیں۔

قرآن اورکتاب

مولوی صاحب کے خیالات کی تہ میں ایک ایسی حقیقت مخفی ہے جواب تک خود ان پر منکشف نہیں ہوئی اورجس کا پتہ ہم کو ان کے اس قول سے لگتا ہے " کئی مقامات پر قرآن مجید کو کتاب کہا گیا ہے اگر زمانہ رسول اللہ میں قرآن مجید کتاب کی صورت میں موجود نہیں تھا بلکہ لوگوں کی زبانوں اور منتشر اوراق وپراگندہ ہڈیوں اورپتوں پر ہی تھا۔ تو اس کو اللہ کا لفظ کتاب سے یاد فرمانا جھوٹ اورخلاف واقعہ ٹھہریگا ۔ معاذاللہ کتاب زبان عرب میں مکتوب یعنی لکھی ہوئی اورجمع کی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ دیکھو منتہی الارب پس لفظ کتاب ہی ظاہر کرتا ہے کہ قرآن مجید رسول اللہ ہی کے زمانہ میں لکھا گیا تھا اورجمع ہوگیا تھا اوردوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقالو اساطیر الاولین اکتتبھا اورکافرلوگ قرآن مجید کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ قرآن پہلوں کے قصے ہیں جن کو یہ محمد لکھ لکھوالیتا ہے الخ اس آیت سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کا کفار عرب بھی یہ جانتے تھے کہ حضرت محمد کے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہے" صفحہ ۷۴،۷۵۔

مولوی صاحب کے خیالات کی بے ربطی

اس باب میں مولوی صاحب کے خیالات ہم کوکچھ منتشر معلوم ہوتے ہیں اوران میں ربط دینا آسان نہیں ۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ " قرآن مجید رسول اللہ ہی کے زمانہ میں لکھا گیا صفحہ ۷۴ رسول اللہ نے بعینہ قرآن کریم کو لکھا اور لوگوں کو پہنچادیا " صفحہ ۷۶ رسول اللہ نے قرآن کریم کو اسی تالیف وجمع وترتیب وترکیب لکھا لکھوایا اورجمع کرایا" صفحہ ۷۹۔

قرآن مقرب فرشتوں کے ہاتھوں نقل ہوکر جبرئیل کو ملا" صفحہ ۷۶ رمضان کے اندر کامل صفات والا قرآن مجید لوح محفوظ سے نقل ہوکر اتارا گیا صفحہ ۷۶۔

اب نہیں معلوم ہوسکتا ہے کہ مولوی صاحب کو کیا کہنا چاہتے ہیں ۔ آیا یہ کہ قرآن مجید کو رسول اللہ نے خود لکھا یا کسی دوسرے آدمی سے لکھوایا۔ یافرشتوں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرطاس حضرت جبرئیل کے توسط بالا قساط پائے یا سارا قرآن لکھا لکھایا ایک مشت شہر رمضان میں نازل ہوگیا۔

ابھی یہ مشکل حل نہ ہوئی تھی ۔ کہ مولوی صاحب نے ایک اورنئی بات کہہ دی جو ان سب باہم متناقص اقوال کے بھی

منافی ہے ۔ یعنی یہ کہ آیت لاتحرك به نسانك لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه (سورہ قیامت) کا مطلب آپ نے یہ بیان فرمایا " اس آیت سے یہ متیقن ہے کہ رسول کے ساتھ اللہ کا وعدہ تھا کہ ہم قرآن مجید کو ایک جا جمع کردینگے اوراس یکجا کو تم دیکھ دیکھ کرپڑھتے رہوگے" صفحہ ۵۔ پس قرآن کو نہ رسول نے اپنے ہاتھ سے لکھا اورنہ دوسرے آدمیوں سے لکھوایا نہ اس کو فرشتوں نے لکھا بلکہ خدا نے خود اس کو لکھا اورایک جاجمع کردیا اوراپنی جمع کی ہوئی کتاب رسول کے حوالہ کردی کہ اس کودیکھ دیکھ پڑھتے ہیں۔

غرضکہ ان تمام پراگندہ اور متضاد اقوال کی بنا مولوی صاحب نے اس بات کو قراردیا ہے کہ قرآن کو کتاب کہا گیا اورا س کی شان میں وارد ہوا انزلنا علیك الکتاب ہم نے تجھ پر کتاب اتاری (سورہ نحل ع ۱۲) اس لفظ کتاب کے معنی تو ہم آگے چل کر بتائینگے اورسمجھا بھی دینگے۔ کہ کسی غیر مکتوب شے کو بھی کتاب کہہ سکتے ہیں ۔ مگر ہم اپنے ناظرین کو یہ بھی سنادینا چاہتے ہیں کہ قرآن میں ایک آیت بھی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوسکے آسمان سے کوئی تحریر آنحضرت کو ملتی تھی۔

توریت خدا کے ہاتھ کا مکتوب

قرآن شریف کے اس طرح کتاب ہونے کا گمان مولوی صاحب کو توریت مقدس کی قرآنی تعریف سے گذرا اورعجلت میں یہ بات ان کے ذہن سے نکل گئی ۔ کہ جوکچھ توریت کی شان میں وارد ہوا ہے وہ قرآن کی شان میں نہیں وارد ہوا ۔ اورتوریت کی جو لغوی معنی میں کتاب کہتے ہیں تواس وجہ سے نہیں کہ اس پر لفظ کتاب کا اطلاق ہوا بلکہ اس وجہ سے کہ اس کا کتاب ہونا عبارت النص سے ثابت ہے ۔

دیکھئے قرآن میں لکھاہے۔ وکتبنا له فی الواح من کلی شئی اورہم نے آپ لکھ دی موسیٰ کے واسطے تختیوں میں ہر ایک بات اخذ الواح وفی نسختہا ھدیً ورحمۃ۔ موسیٰ نے اٹھالیں تختیاں اورجو کچھ ان میں لکھا تھا۔ اس میں ہدایت اوررحمت ہے (اعراف رکوع ۱۷،۹)۔

پس جب ہم کا تب کی اورمکتوب کی اورتختیوں کی اورنسخہ کی یہ تشریح اورتفصیل دیکھ چکے توپھر جب وارد ہوا لقر اتینا موسیٰ الکتاب ۔ ہم نے دی موسیٰ کو کتاب (سورہ انعام ع ۱۹ اورسورہ حم السجد ع ۵) تو لفظ کتاب کو اس کے لغوی مفہوم میں سمجھنے سے

تامل نہیں کرتے اور وہ تمام مسلمان جو حدیث کو قرآن کا مفسر مانتے ہیں یہ سن کر خوش ہونگے۔ کہ اس باب میں ایک بہت واضح حدیث بھی موجود ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت آدم کی محبت کا تذکرہ جس کو آنحضرت نے بیان فرمایا تھا اور جو کتب صحا ستہ میں مذکورہ ہے۔ حضرت آدم نے موسیٰ سے فرمایا۔ انت موسیٰ اصطفاك اللہ بکلامہ وخطلك التوارۃ بیدہ۔ تو موسیٰ ہے جس کو برگزیدہ کیا خدا نےکلام کرکے اورجس کےلئے لکھ دی تورات اپنے ہاتھ سے ۔ سنن ابوداؤد کتاب السنتہ باب فی التحیر میں الانبیا۔ پس اگر یہی خیال قرآن شریف کے حق میں بھی درست تھا تو تم ہی بتادو کہ پھر کیوں اس کی شان میں بھی وہی لفظی تصریح اورتفصیل نہیں وارد ہوئی جو بطورمنصوص توریت کی شان میں دیکھی گئی ۔

قرآن آسمانی تحریر نہیں

مولوی صاحب نے اس بات پر بھی غورنہیں فرمایا کہ اگر قرآن توریت کی طرح کتاب اللہ ہوتا توپھر کفارمکہ یہ کیونکر کہتے لن نومن لرقیك حتیٰ تنزل علینا کتابی گفروۃ ہم کبھی نہ یقین کرینگے تیرا آسمان پر چڑھنا جب تک تو نہ اتارلاوے ہم پر کوئی کتاب جو ہم پڑھ لیں (بنی اسرائیل ع ۱۰) اورپھر اہل کتاب کیوں باربار دق کرنے۔ یسلك اهل الکتاب ان تنزل علیهمه کتاباً السماء اور کہتے ہیں کہ کوئی کتاب آسمان سے ہمارے پاس نازل کر(سورہ نساء رکوع ۲۲) اگر مولوی صاحب کا خیال بجا تھا کہ کفارمکہ اوریہود مدینہ دونوں کو فرشتوں کے ہاتھ کا لکھاہوا آسمانی قرطاس پر مکتوب دکھلاکر بے زبان کردیا جاتا۔

کیا قرآن رمضان میں نازل ہوا

پھر مولوی صاحب آیت شہررمضان الذی انزل فیہ القرآن (سورہ بقر رکوع ۲۳) کا یہ ترجمہ کرتے ہیں " رمضان کا مہینہ ایسی قدروشان والا ہے کہ اس کے اندرکامل صفات والا قرآن مجید لوح محفوظ سے نقل ہوکر اتارا گا ہے صفحہ ۲۷گویا ہم کو سمجھاتے ہیں۔ کہ قرآن مکمل مکتوب ہوکر سارا کا سارا یک وقت اتارا گیا۔ تو وہ بالکل بھول جاتے ہیں۔ کہ یہ اصل واقعہ کے خلاف ہے۔ ورنہ کیوں کفاریہ اصرارکرتے کہ لولانزل علیہ القرآن ان جملۃ واحدۃ(سورہ الفرقان ع ۲) کیوں نہ نازل ہوگیا اس کے اوپر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ اس آیت کا ترجمہ شمس العلماء مولانا نذیراحمد صاحب بہت درست سمجھے ہیں وہ یہ ہے(روزوں کا) مہینہ رمضان کا ہے جس کے (روزوں کے) بارے میں خدا کی طرف سے قرآن (میں

حکم) نازل ہوا ہے " اوراس کے فائدہ میں مولانا لکھتے ہیں کہ " جو معنی ہم نے اختیارکئے تفسیر کبیر میں ان کا ماخذ موجود ہے"۔

قرآن اسم با مسمےٰ

ہم کو سخت تعجب ہے کہ اہل قرآن کے امام جناب مولوی عبداللہ صاحب یہ موٹی بات بالکل بھول گئے۔ کہ قرآن کا اسم ذات کتاب نہیں جس کے معنی مکتوب ہیں۔ بلکہ قرآن ہے ۔ مادہ قرائے جس کے لغوی اوراصطلاحی معنی ہیں وہ شے جو قرات میں آنے زبان سے ادا کی جائے بولی جائے ۔ یہی اس کا اسم بامسمےٰ ہے چنانچہ سورۃ قیامت میں وارد ہوا ۔ لاتحریك به لسانك لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه ناذا قرانا فاتبع قرآنه اس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی یہ فرماتے ہیں مجبنان یا محمد بکترارقرآن زبان خود اتارودوبدست آری یادکردن آں راہرآئینہ وعدہ است برما درسینہ توجمع کردن قرآن وآسان کردن خواندن اوراپس چوں بخواند فرشتہ ماآنرا دل خودہ اورپے خواندن اوکن۔ اورمولانا نذیراحمد صاحب یہ ترجمہ کرتےہیں " اے پیغمبروحی کے یادکرنے کےلئے اپنی زبان نہ چلانے لگاکروتاکہ تم کووحی جلدی سے یادہوجائے تم کوقرآن کا یاد کرادینا اوراس کاپڑھا دینا ہمارا کام ہے۔ توجب ہم جبرئیل فرشتے کے ذریعے سے قرآن پڑھ چکا کریں تو اس کے بعد تم بھی اس فرشتے کے پڑھنے کی پیروی کیا کرو۔

اب دیکھنا چاہیے کہ مولوی عبداللہ صاحب نے اس نص قرآن کا کس قدر غلط مطلب سمجھا اورراہ تحقیق سے کوسوں دو ربھٹك گئے۔ آپ فرماتے ہیں " اس آیت سے یہ بات متیقن ہے۔ کہ رسول اللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ کہ ہم قرآن مجید کو یکجا جمع کردینگے اوراس یکجا کو تم دیکھ دیکھ کرپڑھتے رہوگے " صفحہ ۵۷۔ حالانکہ یہاں ہر قسم کی تحریر اورکتابت کی نفی کردی ہے۔ بتلادیا کہ قرآن کا نام صرف ا سلئے قرآن رکھا گیا کہ زبانی قرات سے وہ ملا اورزبانی قرات سے لوگوں کو پہنچادیا گیا اس کا دارومدار قرات پر رہا۔وہ نرا قرآن تھا اوربس۔ اس کا جمع کرنا کسی کتاب میں نہیں تھا۔ بلکہ آنحضرت کے سینہ صفا گنجینہ میں آپ کے حافظے میں وہ ہمیشہ لوح دل پر کندہ رہا اوراس کی کتابیں صدورالرجال ہی رہیں۔ پس مولوی صاحب کے تمام دعاوی کہ وہ کتاب میں یکجا لکھ دیا گیا اوراس یکجا کو تم دیکھ دیکھ کرپڑھتے رہوگے" اس قطعی نص سے باطل ہوگئے اوراسی نص قرآن سے اس روایت حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ جس میں خلیفہ اول کے زمانہ میں جمع وتالیف

قرآن کی تاریخ ، بیان کی گئی اوراس نص کے پڑھنے کے بعد دل بول اٹھتا ہے ۔ کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کیسی سچی بات کہی تھی کیف تفعلون شیئا لمہً یفعلہ رسول اللہء تم کیسے جرات کرتے ہو وہ کام کرنے کی جس کو رسول نے نہیں کیا۔ یارغار حضرت ابوبکر سے زیادہ آنحضرت کے گھر کا حال کس کو معلوم ہوسکتا تھا۔ اگر کوئی کتاب قرآن کی آنحضرت نے کبھی آپ لکھی تھی یا لکھوائی تھی یا کسی فرشتے کا لکھا ہوا آسمانی قرطاس پایا تھا تو اگر آنحضرت نے اس کے پوشیدہ رکھنے کی تمام تدابیر نہیں کی تھیں تو ممکن نہ تھا کہ اس کے وجود سے حضرت ابوبکر اس درجہ بے خبر رہتے کہ قرآن کا کتاب کی صورت لکھا جانا خلاف سنت رسول بتلاتے آپ چاہے دنیا کی تمام حدیثوں سے انکارکرجائیں اس حدیث کا انکارنہیں کرسکتے کیونکہ اس کی تائید نص قرآن سے ہوتی ہے اورتمام اصول تنقید روایات سے۔ افسوس ہے کہ آپ قرآن کو قرآن نہیں سمجھتے اس کے معنوں پر غوروفکر نہیں کرتے اوریہ بات سمجھنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے کہ اگر قرآن آسمان سے فرشتوں کا لکھا ہوا نازل ہوتا تھا تو حضرت کیوں شتابی کرتے تھے۔ کہ جلدی سے یا دہوجاوے جلدی کی وجہ سوائے اس کے نہیں کہ قرآن کی قرات زبانی تھی اوراندیشہ تھا مبادا پڑھانے والے کا کوئی لفظ چھوٹ جاوے کیونکہ دوسرے کے منہ کی بات کا فوراً یاد کرلینا آسان نہیں ہر شخص فیضی نہیں ہوتا۔ پس اطمینان کرادیا گیا کہ ہم تم کو یاد کرادینگے۔ صرف ایک دفعہ سنا کر چھوڑنہ دینگے ٹالتے رہینگے اوریہ کفات وضمانت صرف حضرت کی ذات بابرکات سے مخصوص تھی دوسروں سے نہیں۔

پس یہ تو معلوم ہوگیا کہ قرآن کا نام کیوں قرآن رکھا اورکہ یہ اسم بامسمیٰ ہے اورکثرت کے ساتھ اسی نام سے اس کا ذکر ہوا مثلاً انزلنا قرآناء عربیاً سورہ یوسف اورطٰہٰ ع ۲ اوحینا الیك ھذا لقرآن (یوسف ع ۱) اوحینا الینا ترانا عربیاً (شوریٰ ع ۱)۔

کیفیت نزول قرآن

اب ہم نص قرآن سے یہ بھی ثابت کئے دیتے ہیں کہ اس کے نزول کی کیفیت وہ ہرگز نہ تھی جو مولوی عبداللہء صاحب نے سمجھ رکھی ہے۔ کہ " فرشتوں کے ہاتھوں نقل ہوکر جبرئیل کوملا اورلوح محفوظ سے نقل کر ہوکر اتارا گیا " بلکہ اس نزول کی کیفیت عین اس کے برعکس تھی نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبك لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین۔ لے اترا ہے اس کو روح الامین تیرے دل کے اوپر تاکہ تو بھی ڈرسنانے والا ہو اورسلیس زبان عربی میں

(شعراع ۱۱) ۔ پس قرآن کسی فرشتے کی تحریر نہ تھی۔قراطیس پر بلکہ روح الامین کا القا تھا دل کے اوپر اس آیت کے معنی ظاہر سے زیادہ ظاہر ہیں۔

دیکھنا چاہیے کہ مولوی صاحب نے کتنا بڑا دعویٰ کیا ہے کہ " قرآن مجید کو اسی تالیف وجمع وترتیب وترکیب کے ساتھ جولوح محفوظ میں مکتوب ومسطور ہے بلا تقدیم وتاخیر پورا حرف بحرف خود دیا کیا لکھا لکھوایا جمع کرایا اورلوگوں کو یاد کرایا " صفحہ ۷۸ " اوراسی جمع شدہ قرآن مجید کی نقلیں ملکوں میں پھیل گئیں۔ صفحہ ۷۵۔ اس دعویٰ کی کافی تردید ہم کرچکے ہیں اوردکھلا چکے ہیں کہ قرآن اول یعنی خیر القرون میں کسی نے کوئی صحیفہ قرآن کسی فرشتہ ارصی یا سماوی کا لکھا ہوا یا حضرت کا جمع کرایا ہوا یا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا نہ کبھی دیکھا نہ سنا اورجب خلیفہ اول کے عہد میں مکتوب ومحفوظ کی کھوج لگائی گئی تو ہڈیوں اورپتوں اور چپٹیوں کے سوا کئی بہتر چیزہاتھ نہ لگی۔ مولوی صاحب اپنے قول کی سند میں کفارکا یہ سخن پیش کرتے ہیں ۔ قالو اساطیر الاولین اکتتبھا فی تملیٰ علیہ بکرۃً واصیلا (فرقان ع ۱) کافرلوگ کہتے ہیں کہ قرآن اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں جس کو اس شخص نے کسی سے لکھوالیا ہے اوروہی صبح وشام اس کوپڑھ پڑھ کر سنائے اوریاد کرائے جاتے ہیں " (ترجمہ مولوی نذیر احمد)

کیا حضرت کے پاس کوئی لکھی ہوئی کتاب تھی

مولوی عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ " اس آیت سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ کفار عرب بھی یہ جانتے تھے کے محمد کےپاس قرآن شریف لکھا ہوا ہے " صفحہ ۷۵۔ کفارکی صحیح مراد دریافت کرلینا ایک مشکل امر ہے اوراگر مولوی صاحب کا خیال کسی معنی میں درست ہو تو ضرورت تعجب ہوگا کہ جس چیز سے معتمد صحابہ بے خبر رہے اس کا کفارکو کیوں کر پتہ لگ گیا بادی النظر میں کفارکا مطلب یہ معلوم ہوتاہے کہ قرآن کا ماخذ آسمانی لوح محفوظ نہیں ہے بلکہ کوئی زمینی کتاب مکنون جس میں سے ٹکڑا ٹکڑا یا د کرکے وحی سماوی کے نام سے ہم کو سنادیا جاتا ہے یعنی وہ قرآن کے کلام ربانی ہونے سے انکارکرکے اس کے تصنیف انسانی ہونے پر اصرار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اساطیر الاولین یعنی اگلوں کے نوشتے تمہارے ہاتھ لگ گئے اورقرآن انہیں سے ماخوذ ہے چنانچہ قرآن شریف میں یہ بھی آیا ہے

(سورۃ النفال آیت ۳۱) جب پڑھی جائیں ان لوگوں پر ہماری آیتیں بولیں ہم سن چکے ہیں جو ہم چاہیں تو اس کی مانند کہہ ڈالیں یہ کچھ نہیں پہلوں کی نقلیں ہیں۔ یعنی قرآن متقدمین کے نوشتوں سے علمی سرقہ ہے اوراس کے مضامین سے ہمارے کان آشنا ہیں۔ واضح ہو کہ اساطیر کےمعنی کچھ اہل کتاب ہی خوب سمجھ سکتے ہیں ۔ سامریوں کے پاس ایک دینی تواریخ کی کتاب ہے جس کا نام ہے کتاب الاسطیر جس میں حضرت آدم سے لے کر حضرت موسیٰ تک بزرگونکے نسب نامے اورحالات درج ہیں۔ یہ کتاب حضرت موسیٰ سے منسوب ہے (مضمون سامری توریت مصنفہ عمانوئل ڈوش صفحہ ۴۳۴)۔

قران کوئی مکمل ومستقل کتاب تھی

پس کفار اس بات کے قائل نہیں معلوم ہوتے کہ قرآن شریف کتاب کی صورت میں لکھا ہوا حضرت کے پاس موجود تھا۔ بلکہ وہ کسی اورکتاب کے وجود کومانتے تھے جوان کے زعم میں قرآن شریف کا ماخذ تھی۔ بعص واقعات ہیں جن کو ہم بھی مولوی صاحب کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ہم ان نتائج پر صاد نہیں کرسکتے ۔ جو مولوی صاحب نے اخذ کئے ۔ بلکہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ گو خارجی شہادت تاریخ اسلام کی اس بات پرموجود نہیں تو بھی یہ خیال کرنے کے نہایت ہی معقول قرائن ہیں ۔ کہ اپنی اصل میں قرآن شریف بھی کوئی جامع اورمستقل کتاب تھی جس کے صرف بعض ہی اجزا ۲۳سال کی مدت میں وقتاً فوقتاً لوگوں پر حسب ضرورت ظاہر ہوتے گئے اوراس کا پورا ظہورابھی نہ ہونے پایا تھا کہ حضرت رسول عربی کا دفعتہً انتقال ہوگیا اورکام ناتمام رہ گیا۔ اگر خدا کو منظور ہوتا اورآنحضرت کی عمر وفا کرتی تو اسی طرح تھوڑا تھوڑا سب ظاہر ہوجاتا اورہم قرآن شریف کو کوئی نہایت مکمل اورمرتب کتاب پاتے۔ وہ اصل کتاب جس کی طرف کفاراشارہ کرتے تھے اورجس کے وجود پرمولوی عبداللہ صاحب کو اس قد راصرار ہے کیا تھی۔ کہاں سے آئی اورکہاں چلی گئی ۔ کچھ نہیں معلوم ہوسکتا لیکن اگرہم آیت شہر رمضان کا وہ ترجمہ قبول کرلیں جومولوی صاحب نے بتلایا کہ " رمضان کامہینہ ایسے قدروشان والا ہے کہ اس کے اندر کامل صفات والا قرآن مجید لوح محفوظ سے نقل ہوکراتارا گیا" صفحہ ۷۶ تو یہ مشکل یوں حل ہوجاویگی کہ قرآن کوئی بڑی کتاب تھی جو ایک ساتھ حضرت کے ہاتھ میں آگئی اور حضرت اس میں سے آیت آیت اورسورۃ سورۃ حسب موقعہ

لوگوں کو پہنچاتے رہے اورلوگ اس کو یاد کرتے رہے مگر وہ سب کی سب لوگوں کو نہ پہنچنے پائی تھی کہ حضرت کا انتقال ہوگیا۔ پھر اس اصل کتاب کا پتا توکسی کو لگا نہیں لوگوں نے صرف اسی کو جمع کرنا شروع کردیا جوآیت آیت متفرق ان کو پہنچا تھا۔ مگر ان دقتوں کی وجہ سے جوہم اوپر بیان کرآئے یہ اجزا بھی جو ظاہر ہوچکے تھے سب کے سب ہم نہ پہنچ اس کا بھی کوئی بڑا حصہ کھوگیا اورجو باقی رہا وہ بد نظمی سے مرتب ہوا اور وہی یہ قرآن ہے جو ہمارے ہاتھوں میں اورہمارے دلوں میں محفوظ رہ گیا۔ مگر نہ تو یہ قرآن نبویٰ کا معنے ہے جو معدوم ہوگیا نہ وہ اس کل کا جامع ہے جو قرآن نبوی سے لوگوں کو پہنچ چکا تھا۔ بلکہ یہ اس موخرالذکر کا صرف ایک جزو ہے اوربس۔

ہم افسوس کرتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اپنے خیالات میں ربط دینے کی کوشش نہیں فرمائی اورجہاں تک پہنچے اس سے آگے نہ بڑھے ورنہ یہ بحث بہت ہی دلچسپ تھی کہ آخروہ کتاب جس کا کفارپتہ بتاتے تھے اورجس کے مولوی صاحب آپ قائل ہیں کیا تھی اور کہاں گئی ۔ رسالہ تالیف القرآن میں اسی بحث پر ایک مختصر مضمون موجود ہے جس کو یہاں نقل کرنا ضروری نہیں ۔

کیا حضرت کوئی کتاب چھوڑگئے تھے

مولوی علی بخش خان صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ میں بخاری شریف سے ایک حدیث نقل کی ہے جو مولوی عبداللہ صاحب کے خیال کے ایک پہلو کی تائید کرتی ہے۔ مولوی صاحب مرحوم فرماتے ہیں " واسطے کمال اطمینان قلوب مومنین کے سند اپنے قول کی پیش کرتاہوں صحیح بخاری میں ہے قال وخلت اناوشد اربن معستل علی ابن عباس فقال لہ شداد بن معقل اترک النبی من شئی قال اماترک الامبین الدفتین۔ ایضاً فیہ قال ورخلنا علی محمد بن الحیف فساء لناۃ فقول ماترک الامبین الدفتین (موئد القرآن صفحہ ۹، ۱۰) معنی یہ ہوئے کہ راوی کہتاہے میں اورشد اد بن معقل ابن عباس کے پاس گئے۔ شداد بن معقل نے ان سے پوچھاآیانبی کریم نے کوئی چیز چھوڑی ہے۔انہوں نے کہا کچھ نہیں چھوڑا۔ بجزاس کے جو دوفتینوں کے بیچ میں ہے۔ کہاکہ ہم محمد بن حنیفہ کے پاس گئے اورہم نے ان سے پوچھا توانہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں چھوڑا سوائے اس کے جو دوفتینوں کے ہے۔ اب کوئی کلام نہیں کہ جوکچھ دو فتینوں میں تھا وہ کوئی صحیفہ ضرور تھا۔ مولوی علی بخش مرحوم فرماتےہیں کہ وہ اس قرآن موجودہ کا اصل تھا اورمولوی

عبداللہ صاحب بھی غالباً یہی کہہ دینگے ۔ مگر ان کو اوران کے تمام ہم خیالوں کو غور سے سمجھنا چاہیے کہ یہ خیال ازحد لغو ہوگا کیونکہ اگر کوئی مکمل قرآن بین الدفتین حضرت چھوڑ جاتے تو حضرت عمر کو حفاظ کے شہید ہوجانے کی وجہ سے اتلاف قرآن کااندشیہ دامنگیر نہ ہوتا اوران کو یہ طوالت کرنے کی اوریہ زحمتیں اٹھانےکی ضرورت نہ ہوتی اورنہ حضرت زید جمع شدہ قرآن کے جمع کرنے کو قسم کھاکرپہاڑٹال دینے کو زیادہ مشکل بتلاتے ۔

مابین الدفتین کیا تھا

پس مسلمانوں میں ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو بتاسکے کہ یہ مابین الدفتین کیا تھا جو حضرت نے اپنی وفات کے وقت چھوڑا ۔ کسی کو کوئی پتہ نہیں لگ سکتا۔ ہاں اتنا ضرورمعلوم ہے کہ یہ قرآن نہ تھاکیونکہ اگریہ قرآن یا قرآن کا کوئی جزو ہوتا تو حدیث جمع قرآن کے سلسلہ میں اس کا بھی کوئی ذکرآیا ہوتا۔حضرت ابوبکر نے اس کو کبھی پڑھا نہیں ۔ حضرت عمر نے اس کو کبھی یاد نہیں کا۔ شیخین کے عہد میں قرآن شریف کے متعلق ہر قسم مکتوب و محفوظ کھوج کھوج کر نکالا گیا اگر یہ قرآن ہوتا توزید بن ثابت ہی کا لکھا ہوا بھی ہوتا۔ پھر وہ جواس کے کدوکاش سے تمام ہڈیاں اورپتے اورپرُزے بٹورتے پھرے جن پر کچھ بھی قرآن سے لکھا ہوا ملا۔ اس مابین الدفتین کو کیسے بھول جاتے ۔

پس اس کو قرآن کا کوئی صحیفہ فرض کرلینا مولانا مرحوم کا ایک قیاس بے اساس ہے۔ گوہم بھی نہ بتاسکیں کہ یہ مابین الدفتین کیا تھا۔ اس قدربالتفین معلوم ہوگیا کہ وہ کیا نہ تھا۔ یعنی قرآن نہ تھا۔ ہمارے مسلمان بھائی اس مابین الدفتین کی نوعیت سے بالکل ناواقف ہیں بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ انہوں نے اس سے واقف ہونے کی کبھی کوشش بھی نہیں کی مگرہم اس کی نسبت ضرورکچھ بتلاسکنے کے قابل ہیں۔

صحیفہ علی

اور خداکا شکر ہے یہ تو معلوم ہوگیا کہ کوئی کتاب یا مجموعہ کتب یا صحف حضرت کے پاس ایسا تھا جس کی طرف کفار اشارہ کرتے تھے اورجس کو اساطیر الاولین کہتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوگیا۔کہ وقت وفات حضرت نے کوئی کتاب ایسی چھوڑی تھی جس کو مابین الدفتین کہا گیا ۔ جس کے مضمون سے پوچھنے والے اوربتانے والے برابر بے خبرتھے۔ اب یہ معلوم ہونا چاہیے کہ

لوگوں کو برابر شبہ رہا کہ ایسی کوئی بیش بہا چیز حضرت اپنے جان نثار وفادار عزیز وداماد حضرت علی کے دے گئے جس کی خبر کسی غیر کو نہ ہونے پائی اورلوگ بھید لیتے تھے اوراس امر کی تفتیش میں پھرتے تھے۔ کہ وہ کیا چیز ہے چنانچہ مسلم کتاب الاضاحی میں " ابوطفیل سے روایت کہ کسی نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ نے تم کو کسی بات میں مخصوص کیا انہوں نے جواب دیاکہ ہم کوکسی شے میں مخصوص نہیں کیا جب سب لوگ پر عام نہ ہو۔ بجزاس چیز کے جومیری تلوارکی میان میں ہے اورپھرانہوں نے ایک لکھا ہوا صحیفہ نکالا اوراس میں لکھا تھا " لعنت خدا کی اس پر جوسوائے خدا کےکسی اورکے نام پر ذبح کرائے اورلعنت خدا کی اس پر جو زمین کی حد بندی کے نشان مٹادے اورلعنت خدا کی اس پر جو اپنے باپ پر لعنت کرے اورلعنت خدا کی اس پر جو بدعتی کو پناہ دے"۔

پس یہ قیاس نہایت ہی معقول معلوم ہوتا ہے کہ وہ اساطر الاولین یہی مابین الدفتین تھی اوروہ مابین الدفتین حضرت علی کے قبضہ میں آئی اور صحیفہ جو حضرت علی نے سنایا اسی مابین الدفتین کا کوئی پارہ تھا جس کوقرآن بن جانے کی نوبت نہ آنے پائی تھی مگر یہ برحق ہے۔کہ اگر قرآن کے سلسلہ میں ظاہر ہوجاتا تولا ریب مصدقاً لما معهمه سے ثابت ہوتا۔

صحیفہ علی کے مضمون کا ماخذ

اب اس مضمون ہی سے روشن ہے کہ یہ قرآن مروجہ کا کوئی جزو نہیں ہے۔پھر حضرت علی کے پاس کہاں سے آیا اورکس طرح آنحضرت نے آپ کو اس میں مخصوص کیا۔ ہمارے پُرانے فیشن کے مولوی یہ سن کرکان کھڑے کرینگے۔ کہ یہ تو توریت شریف میں کتاب استشنا سے ماخوذ ہے اورکہ عیسائی کلیسیا میں بعض فرقوں کا ہمیشہ سے دستوررہا ہے کہ لینٹ مسیحی رمضان کےپہلے دن کی نماز جماعت میں پیش امام ایسا ایک وعید پڑھتا جاتا ہے اور تمام جمات ہم آوازاس پرآمین کہتی ہے ۔ چنانچہ کلیسیا ئے انگلستان کی نماز کی کتاب میں کتاب زبور سے پہلے یہی وعید کی نمازدرج ہے جس میں پہلے تین وعید موافق کتاب استشنا ء باب ۲۷آیت ۱۵، ۱٦، ۱۷ کے یہ ہیں:

" ملعون ہے وہ شخص جو کسی کھدی یا ڈھلی مورت کے کو پرستش کےلئے بناتا ہے"۔

" ملعون ہے وہ جو اپنے باپ یا ماں پرلعنت بھیجتا ہے"۔

"ملعون ہے وہ جو اپنے پڑوسی کی زمین کی سرحد کو دباتا ہے"۔

حضرت علی کے صحیفہ میں بیچ کی دو لعنتیں تو اس مضمون سے لفظاً مطابق ہیں اورپہلی صرف معناً اوراخیر ایسی ہے جس کو چھٹی اورساتویں صدی کے عیسائی ہی کچھ سمجھ سکتے تھے مسلمانوں کو پہلے قرن میں کوئی ایسا معاملہ ہی پیش نہیں آیا تھا کہ وہ اس کے مطلب تک پہنچتے۔

اب قرین قیاس صرف یہ ہے کہ اس مابین الدفتین میں سے ان چند وعیدوں کو یا اس کے مثل کسی اورمضمون کو حضرت علی نے کسی خاص ہدایت سے کوئی ضرورت اورکام کی بات سمجھ کر اپنے پاس الگ محفوظ کرلیا تھا اوراس کے علاوہ اورجو کچھ رہا۔ اس کا پتہ کسی کو نہیں لگا۔ اس کی حقیقت صرف خدا کو معلوم ہے ۔ مگر کیا عجب کہ حضرت کی وفات کے بعدہی حضرت علی کے گوشہ گزیں ہوجاے اور حضرت ابوبکر سے کنارہ کشی کرنے اور قرآن کی جمع وترتیب میں مصروف ہوجانے کی تہ میں یہی رازمخفی ہو۔ مگر افسوس کہ اس کتاب کی طرح حضرت علی کا قرآن بھی ایک رازبستہ رہ گیا۔

ورقہ بن نوفل

صحیح مسلم کتاب الایمان باب بد اء الواحی میں ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی کے تذکرہ میں لکھا ہے " وہ خدیجہ کے چچا کے بیٹے تھے اور جاہلیت کے زمانہ میں عیسائی ہوگئے تھے وہ عربی زبان میں ایک کتاب لکھا کرتے تھے اوروہ انجیل کو عربی میں لکھاکرتے تھے جتنا اللہ کومنظور تھا اور وہ بہت بڈھے ہوگئے تھے" اور شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر سورۃ اقراء میں فرماتے ہیں" ورقہ عبرانی کتابوں اورتوریت وانجیل سے پوری واقفیت رکھتا تھا اوران کتابوں کا عربی میں ترجمہ بھی لکھا کرتا تھا"۔

زید بن عمر بن نفیل

حضرت علی کے صحیفہ کے مضمون سے عیاں ہے کہ یہ توریت شریف کی چند آیتوں کا ایک ایسا تفسیری ترجمہ ہے جس کو ورقہ ہی کی طرح کا کوئی عربی عیسائی لکھ سکتا تھا جو شیوع اسلام کے قبل ہی شرک اوربدعت کو گناہ کبیرہ جاننے لگا تھا۔ عرب کے مشرکین ہر جانور کو کسی نہ کسی بت پر قربان کرکے کھاتے تھے ۔ مگر جو لوگ یہود ونصاریٰ کی صحبت سے فیضیاب ہوچکے تھے وہ اس کا کھانا حرام سمجھتے تھے ۔ بخاری شریف میں ابن عمر سے روایت ہے کہ دعویٰ نبوت کے بہت برسوں پہلے خود آنحضرت بہ

نفس نفیس ایک مرتبہ پکا ہوا گوشت زید بن عمرو بن نفیل کے پاس تحفہ میں لے گئے تھے مگر اس نے اس کے کھانے سے انکار کیا اور آپ سے کہا میں نہیں کھاتا جس کو تم لوگ اپنے بتوں پر ذبح کرتے ہو اور جس چیز پر اللہ کا نام نہیں پکارا جاتا اس کو میں ہرگز نہیں کھاتا اور وہ قریش کے ذبیحوں کی برائی بیان کرتا تھا" یہ شخص گو خود نہ یہودی تھا نہ عیسائی مگر دونو کے دین پر فریفتہ اور اپنی قوم قریش کے دین سے بیزار اور اس وقت کے قبل گذرا جبکہ آنحضرت نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

مسیحی شریعت حرمت طعام

حرمت طعام کے بارہ میں عیسائی شریعت بھی یہی ہے اور صرف تین چیزیں حرام کی گئی ہیں۔ " بتوں کے چڑھاوے اور لہو اور گلا گھونٹے جانور" کتاب اعمال الرسل باب ۱۵ آیت ۲۹ ۔ ایسا ہی بدعت کے باب میں بھی عیسائی شریعت بہت واضح ہے ۔

بدعتی سے پرہیز

بدعتی آدمی سے بعد اس کے کہ آیا دوبارہ اسے نصیحت کی ہو کنارہ رہ یہ جان کے کہ ایسا شخص برگشتہ ہے اور گناہ کرتا ہے اور اپنے تئیں مجرم ٹھیراتا ہے نامہ بنام طیطس باب ۳ آیت ۱۰ تا ۱۱ ۔

اگر کوئی تمہارے پاس آوے۔ اور یہ تعلیم نہ لاوے تو اسے گھر میں قبول مت کرو اور نہ اسے سلام کہو کیونکہ جو اسے سلام کرتا ہے اس کے برے کاموں میں شریک ہوتا ہے نامہ دوم مقدس یوحنا رسول آیت ۱۰، ۱۱۔ پس یہ راز کھل گیا کہ بدعتی کو پناہ دینے والے پر کیوں لعنت کی گئی ۔ اور ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد مطلق شک نہیں رہتا۔ کہ یہ صحیفہ جو حضرت علی کا تبرکاً و تنیمناً ساتھ رکھتے تھے اسی مابین الدفتین کا کوئی جزو تھا۔ اور اس جزو کے مضمون کو دیکھ کر ہم اس کا پھر قیاس کرتے ہیں تو آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ انہیں بزرگ ورقہ بن نوفل ہمارے قدیم عربی عیسائی بھائی کی تحریروں کا مجموعہ تھا۔ جو ان کی عربی کتاب کے نام سے انجیل کا عربی ترجمہ کہا جاتا ہے جو ان کی وفات کے بعد ان کی چچیری بہن کے ہاتھ میں رہا۔ اور پھر ان کی وفات کے بعد ان کے بہنوئی یعنی جناب رسول عرب کے قبضے میں آیا اور پھر ان کی وفات کے بعد مابین الدفتین کے نام سے حضرت کے ترکہ میں حضرت علی تک پہنچا جس کے صرف ایک جزو کا حال ہم کو حدیث متذکرہ بالا کی طفیل اس قدر معلوم ہوگیا اور اس کے بعد کسی کو کوئی پتہ نہ لگا اس خیال کی تائید میں ناظرین کو رسالہ تالیف القرآن میں بہت کچھ

ملیگا قصه مختصر اس مابین الدفتین کوکسی بھی قرآن رائج الوقت کا مثنے قراردینا محض ایک لغوبات ہے ۔

قرآن کو کتاب کیوں کہا

اب مولوی صاحب کے اس سوال کا جواب ہو گیاکہ اگر قرآن حضرت کے زمانہ میں ضبط تحریر میں نہیں آچکا تھا تواس کو کبھی بھی کتاب کیوں کہا گیا؟ علاوہ بریں مولوی صاحب کو یہ بھی سوچنا چاہیے ۔ کہ اوّل غیر مکتوب کو بھی کتاب کہتے ہیں۔ کیونکہ کتاب کے معنی فرض اورحکم بھی ہیں (دیکھو قاموس اوراصراح اور قرآن شریف کے فرض اورحکم ہونے میں کلام نہیں۔ دوم قرآن کو اس معنی میں بھی کتاب کہہ سکتے تھے کہ اس میں کتاب ہوجانے کی صلاحیت اورقابلیت موجود تھی اوراس کو انجام کارکتاب ہوجانا تھا کیا نہیں سنا من قتل قتیلاً مقتول ہول ہونے کے پہلے قتیل کہہ دیا۔ سوم تم آپ مانتے ہو اورہم تمہارے سات متفق ہیں ۔ کہ " قرآن مجید لوح محفوظ میں لکھاہوا ہے ۔ فرمایااللہ تعالیٰ نے یہ قرآن مجیدبڑی قدراورشان کاقرآن ہے اورکتاب مکنون یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا موجود ہے "۔ اشاعت القرآن صفحہ ۲۷۔ پس جب قرآن مجید ام الکتاب (زخرف ع ۱) یا کتاب مکنون (واقعہ ع ۳) کا جزوہوا تو گو وہ بالکل مکتوب نہ ہوا اورمحض قرآن ہو تو بھی اس کو کتاب کہہ سکتے تھے۔ قرآن حقیقت میں کتاب نہ تھا۔ بلکہ کتاب حقیقی کی آیا تھا۔ تلک آیات الکتاب الحکیمہ۔ تلک آیات الکتاب المبین۔ تلک ایات الکتاب (یونس، یوسف، رعد) پس آیات ہوکر قرآن جو غیر مکتوب تھا کتاب کہلایا اورفرمادیا۔ کتاب انزلنا الیک (ابراہیم)۔

جب مولوی صاحب نے قرآن شریف کے بارہ میں ایسا نرالا خیال ظاہر کیا تواہل اسلام نے سچی تاریخ اسلام کی بنا پرآپ سے پوچھا"۔ قرآن مجید سارے کا سارا ایک دفعہ پیغمبر صاحب پر نازل تو ہوا تونہیں کہ آپ نے اس کو آگے ایک کتاب کی صورت میں لکھوادیا ہو۔ یہ تو تھوڑا تھوڑا آپ پر نازل ہوا اورجس ترتیب کے ساتھ اب لکھا ہواہے ہمارے پاس موجود ہے اس ترتیب پر نازل نہیں ہوا تھا پھر یہ آپ کے زمانہ میں کیونکر اس موجودہ ترتیب کے ساتھ جمع ہوسکتا تھا"۔

کیا حضرت کے پاس کوئی خالی ورقوں کی کتاب تھی

اس کا جواب مولوی صاحب قبلہ نے یہ ارشاد فرمایا ۔ کیا خدا تعالیٰ اورجبرئیل ومحمد تینوں ایسی کوئی تجویزنہ سوچ سکتے تھے ۔

که جس قدر قرآن مجید اترتا جائے اسی قدر ترتیب وار جمع ہوتا جائے کیا یہ ممکن نہیں کہ خالی ورقوں کی ایک کتاب رسول اللہ نے جلد کرالی ہو اور ہر ایک سورۃ کو کچھ کچھ ورق چھوڑ کر لکھنا شروع کردیا ہو۔ اور جوں جوں آیات نازل ہوتی گئیں ان کو جس سورۃ میں جبرئیل نے کہا لکھ دیا ہو اوراسی طرح رفتہ رفتہ کتاب مکمل ہوگئی ہو۔ سرکاری محکموں ساہوکاروں بلکہ چھوٹے چھوٹے دُکان داروں کے ہاں بھی ایسی خالی ورقوں کی کتابیں ہوتی ہیں" (صفحہ ۸۰،۸۱)۔

سوال تو ایک مسلمہ تاریخی واقعہ مبنی ہے اورجواب صرف مولوی صاحب کے متخیلہ پر محض قیاس یا امکان سے کسی واقعہ مشتبہ کی تردید نہیں کرسکتا۔ پس مولوی صاحب کا جواب کوئی جواب نہ ہوا۔ بلکہ ہم کو توہنسی آتی ہے کہ ایسی کمزورتجویز کو مولوی صاحب " خدا تعالیٰ وجبرئیل ومحمد تینوں" کے مشورہ سے منسوب کرتے ہیں کوئی شخص آسانی سے یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اگر تجویز کرنا چاہتا تو قرآن کو اشوک بادشاہ کے فرمانوں کی طرح نہایت مستحکم دھات کے ڈھلے ہوئے پیل پاؤں اوراٹل چٹانوں پر کندہ کرادیتا یا شاہ بابل ہنوربائی کے قانون کے طرح نقش کا لحجرا کرادیتا اوراہل قرآن اوراہل حدیث کے جھگڑوں کی کوئی گنجائش نہ رکھتا بلکہ زیادہ آسان بات یہی تھی۔ کہ بقول مولوی صاحب جب آسمانی قرطاس پرفرشتوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں حضرت کو ملتی تھیں تو حضرت انہیں کوایک نتھی میں پروکر رکھتے جاتے اورچونکہ قرطاس آسمانی تھا اور تحریر ملکی وہ تمام جہان کی کتابوں سے دیرپا ہوتا اورآج تک موجود رہتا اورخلفا ء کو جمع قرآن کی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔

قیاس کا میدان تو بہت وسیع ہے۔ آپ کیوں یہ سلجھی ہوئی بات نہیں کہتے کہ سارا قرآن لکھا لکھایا کتاب کی صورت میں جبرئیل امین کے آنحضرت کو دئے گئے اور ۲۳برس کے عرصہ میں جب جیسا موقع ہوا۔ اسی مکتوب قرآن سے کبھی یہ سورۃ لوگوں کو سنا دی کبھی وہ آیت پس خالی ورقوں کی کتاب کا کھڑاگ آپ نے ناحق کو رکھا کیونکہ اس میں یہ دقت رہ جائیگی۔ کہ آیات بھی تو ترتیب وسلسلہ سے نازل نہیں ہوتی تھیں۔ کسی سورۃ میں جو بیچ کی آیت ہے وہ سب سے بعد نازل ہوئی اورپچھلی آیت پہلے اورپہلی آیت پیچھے ساہوکاروں کا حساب تو سلسلہ وتاریخوار ہوتا ہے۔ اسلئے خالی ورق کی کتاب کام دے جاتی ہے اوراگران کا حساب بھی اس طرح سے

ترتیب ہو تو بھی بالکل مشکوک اورمحکوک اوربھدی ہوجاوے۔ مگر اللہ آپ ہم کو پتہ تو بتلادیں کہ وہ خالی ورقوں کی کتاب کہاں گئی ۔ اس کو کس نے دیکھا اورکس نے سنا۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کواس کاپتہ نہ لگا۔ حضرت ابوبکر اورحضرت عمر حضرت عثمان کواس کی خبرنہیں۔ صحابہ کے ہاتھ توکھوج کرنے کے بعد صرف کچھ ہڈیاں اورپتے اورپرزے لگے اورصدورالرجال پر دارومدار ہوا یہ نسخہ قرآن جواب موجود ہے یہ تالیف سیدنا العثمان ہے تو اگرہم آپ کے تمام دعویٰ مان لیں اوراس قرآن کا وجود تسلیم کرلیں جو گو موجود فی الخارج کبھی نہ تھا۔مگرآپ کے ذہن میں ضرور ہے تو آپ کو کہنا پڑیگا۔ کہ یہ قرآن موجودہ قرآن منزل نہیں جس کے آپ مدعی ہیں ۔ اس قرآن کی تاریخ ہم کومعلوم ہے اوراس قرآن کی تاریخ ہی نہیں پس آپ یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں ۔ کہ "یہ موجودہ قرآن مجید لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے لوح محفوظ میں وہ قرآن لکھا ہوا تھا۔ جو بقول جناب آسمانی فرشتوں کے ہاتھوں نقل ہوکرآیا تھا یا حضرت کی خالی ورقوں کی کتاب میں درج تھا ۔ وہ یہ نہیں ہے وہ آسمان سے آیا اوراس کی خبر بجزآپ کے کسی کو نہیں ہوئی یہ تو وہ قرآن ہے جو حضرت عثمان نے تالیف کیا لوگوں کے سینوں ، پتھر کی تختیوں ، کاغذ کے پرزوں اورہڈیوں اور چیپٹیوں میں سے جمع کرایا اورپھر اسی کی نقلیں ملکوں ملکوں میں بھیجوادیں اوروہی جیسے کا تیسا حرف بہ حرف صحیح وسالم ہم تک پہنچا ۔ اے کاش جس طرح صحیفہ عثمان صحیح وسالم ہم تک پہنچا صحیفہ نبوی بھی پہنچتا یا یہی صحیفہ اس کا مثنے اس کی نقل مطابق اصل ثابت ہوسکتا۔

فصل دوم۔ آیت رجم کی تلاش

ہم مولوی صاحب کے اصول تفسیر القرآن بآیات الفرقان کا سقم شروع تقریرہی میں دکھلاچکے ۔ مگرمناسب ہے کہ اسی سلسلہ میں آپ کی بحث آیت رجم پر بھی جس کا تذکرہ ہم ایک مقام مناسب پر فصل چہارم میں کرچکے کچھ لکھیں اور دکھلادیں کہ مگرمولوی صاحب نے اہل حدیث کے مقابل ایک بہتر راہ نکالی ۔ مگر وہ صراط مستقیم نہیں اور

کیں راہ کہ تو میردی بترکستان است

مولوی عبداللہ صاحب اپنے دوسرے رسالہ " والنسخ المشہور فی کلام الرب الغفورمیں یوں فرماتے ہیں " بخاری اورمسلم

ابوہریرہ اورزید بن خالد سے مروی ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں دو شخص جھگڑا فیصلہ کرانے آئے ایک نے کہا یا رسول اللہ ہمارا فیصلہ مطابق کتاب اللہ کیجئے دوسرے نے کہا ہاں رسول اللہ مطابق کتاب اللہ ہمارا فیصلہ فرمادیں۔ اورآپ مجھے حالات مقدمہ بیان کرنے کی فرمادیں۔آپ نے فرمایا بول اس نے عرض کی کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پس رسول اللہ نے فرمایا سن رکھو جس ذات پاک کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ ضرورمیں تم میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرونگا۔۔۔۔۔ عورت کو سنگسار کردیا"صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲۔

اس کے بعد بسند بخاری آپ لکھتے ہیں ۔ عمر نے مدینہ میں جمعہ کو خطبہ کیا اوربعد حمدخدا بیان کیاکہ اللہ تعالی نے محمد رسول اللہ کو سچا رسول کرکے بھیجا۔ اوراس پر کامل صفات اورجامع کمالات والی کتاب نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے جوکچھ اتارا ہوا ہے اس میں رجم کی آیت بھی موجود تھی۔ ہم نے اس آیت کو پڑھا اورسمجھا اوراس کو نگاہ رکھا اوراسی آیت کے بموجب رسول اللہ بھی رجم کرتے چلے آئے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اگر زمانہ دراز ہوتا گیا توکوئی کہنے والا یہ بات کہہ دے کہ بخدا ہم کوتوآیت رجم کتاب اللہ میں نظرنہیں آتی تو لوگ ایک ایسے حکم کے ترک سے جس کو خدا نے اتارا ہے گمراہ ہوجاویں "صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴۔

ان دونوں حدیثوں کے بعد ذرا بھی شک نہیں رہتا۔ کہ شادی شدہ زانی کےلئے قرآن کے اندرایک آیت میں رجم کا حکم تھا اوراس کو آیت رجم کہتے تھے اوروہ آیت ایسی تھی جس کو حضرت عمر نے "پڑھا سمجھا اورنگاہ رکھا تھا"۔ اوراسی آیت کے بموجب نہ کسی اورآیت کے رسول" بھی رجم بھی کیا کرتے تھے اورمسلمان بھی رجم کرتے چلے آئے وہ آیت قرآن کے اندرکسی وقت موجود تھی مگراب " کتاب اللہ میں نظرنہیں آتی " ۔ یہ کوئی رائے نہیں جس میں اجتہاد یا سمجھ کی غلطی مانی جاوے یہ توایک امر واقعہ کا بیان ہے۔ جو یا سچ ہے یا جھوٹ جس میں کسی تیسری شق کی گنجائش نہیں باوجود حضرت عمر کی ایسی واثق شہادت کے اورباوجود حضرت کی قسم کے مولوی صاحب یہ کہہ کر ہم کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں کہ " عمر کو فقط مسئلہ معلوم تھا جو رسول اللہ کی زبان مبارک سے سنا ہوا تھا اورچونکہ وہ تھا لب لباب یا گریا خلاصہ اصلی الفاظ قرآن کریم

کا اور تھا بھی زبان عربی میں عمر ان الفاظ کو قرآن کریم کے عین الفاظ سمجھتے رہے " صفحہ ۲۵۔ یہ فقط ان کی اپنی سمجھ تھی جوانہوں نے ایک بڑی بھری مجلس میں بیان کردی اوردیگر صحابہ کوبھی ان کی اس غلطی کے پکڑنے کا موقعہ نہیں مل سکا" صفحہ ۲۲۔

کتنی بڑی بے باکی اورزبردستی ہے۔ کہ اپنے گمان وقیاس بے اساس کی بنیادی پر ساری تاریخ کو الٹ پلٹ دیں اوریہ کہنے کی جرات کریں۔ کہ حضرت عمر جوآنحضرت کے رفیق ان کےمنہ کی باتیں سننے اورسمجھنے والے تھے ان کو قرآن اورغیر قرآن ۔ کلام خدا اورکلام بشر میں تمیز نہ تھی ۔ ان کو اتنا بھی نہ معلوم ہوسکا کہ حکم رجم کس آیت قرآن کی بنا پر صادر ہوا کرتا تھا اوروہ نرے جاہل رہے کہ جو" حکم قرآن کریم میں اُتم اکمل طورپر عبارت النص میں موجود ہے" صفحہ ۲۳۰۔ ان کووہ کتاب اللہ میں نہ سوجھا۔ کیا اندھیر ہے کہ بھری مجلس میں حضرت عمر ایک صریح لغو کلام زبان سے نکالیں اور صحابہ میں کوئی لب تک نہ ہلادے۔ دراصل ان کا سکوت حضرت عمر کے اس کی صداقت پر دال ہے۔ اگرہمارے مولوی صاحب ! اس مجلس میں ہوتے تو ہرگز صبر نہ کرتے بلکہ ان کی تردید میں کوئی رسالہ لکھ ڈالتے ۔ ہمارے مولوی صاحب قرآن سے باہر قدم نہیں رکھتے ۔ حدیث کی طرف طرف بھولے سے بھی نہیں دیکھتے اورسب کچھ قرآن سے نکالنے کی بات ہارچکے۔ پس ان کا فرض ہوگیاکہ حکم رجم کو قرآن میں لکھا ہوا پالیں ۔

کیا حکم رجم قرآن میں ہے

آپ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ نے قسم کھاکر رجم کا حکم کتاب اللہ سے صادرکیا تو ضرورکتاب اللہ کے اندریہ مسئلہ لکھا ہوا موجود ہے"۔ پس میں نے اپنے رب سے تضرع اورابتہال سے دعائیں کیں او راللہ تعالیٰ نے ۔۔۔ میرے سینہ کو کھول دیا اوریہ مسئلہ مجھ پر اس طرح روشن ہوگیا جیسے دوپہر کا سورج" صفحہ ۲۲۹، ۲۳۰ اس کدوکاوش کے بعد آپ نے ایک بڑی طول طویل تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے (سورہ مائدہ ع ۳۳)

جو لوگ اللہ

اوراس کے رسول سے لڑنے اورفساد کرنے کی غرض پھرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ قتل کئے جاویں یاصلیب دیئے جاویں یا ان کے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کاٹ دیئے جاویں۔ اس کے فقرہ یسعون فی الارض فساداً میں مفسدین فی الارض سے مراد ہے گروہ قطاع الطریق گروہ لوطیان گروہ زانیاں شادی شدگان " صفحہ ۱۷۸ اوراس میں جو لفظ

ہے یقتلوا وہ بمعنی یرجموا ہےصفحہ ۱۹۹ اوراس کا کل آیت میں بھی ترکیب " لف ونشر غیرمرتب " صفحہ ۲۰۴ یہ تین زبردستیاں تو مولوی صاحب کرچکے مگر چوتھی زبردستی یہ کہ آپ کہتے ہیں اس آیت میں حکم رجم اُتم اکمل طورپر عبارت النص میں موجود ہے " صفحہ ۲۳۰۔

مفسد فی الارض

اب جو لوگوں نے پوچھا کہ مفسدین فی الارض سے شادی شدہ زناکار کیسے مراد لئے گئے ۔ تو آپ بلا تکلف فرماتے ہیں کہ

(سورہ بقرہ ۲۰۵)

وَالنَّسۡلَجب وہ تمہارے پاس سے لوٹ کر جائے تو ملک کو کھو ندارے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اورکھیتی باڑی کو اور آدمیوں اورجانوروں کی نسل کو تباہ کرے"۔ ترجمہ مولوی نذیر احمد ۔اس کے الفاظ میں ان زانیوں کا ذکر ہے جو شادی شدہ ہوتے زنا کا ارتکاب کرتے ہیں " صفحہ ۱۸۶، ۲۰۸۔

کیونکہ اس سورہ کے اندریہ آیت بھی وارد ہوئی ہے ۔ نساء لد حرث لکمہ تمہاری جورویں کھیتی ہیں صفحہ ۱۸۷۔ " حرث عورت ہے اور اس حرث کا اجاڑنا یہ ہے کہ رحم سے حمل کا گرادینا یا بچہ پیدا شدہ کو بدنامی اورشرمساری سے مارڈالنا" صفحہ ۱۸۸۔

اس تقریر کو ہم سن کر بول اٹھے دیوانہ راہوئے بس است ۔ آیت کا ترجمہ جو مولوی صاحب نے کیا اورجس پر سب مفسرین بھی متفق ہیں بتلارہے ہیں کہ یہ منافق اورفسادی شخص کی تعریف ہے جس کو زناکاری سے کوئی خاص مناسبت نہیں اورمولوی صاحب کی اس باریک بینی کے خلاف کچھ اور کہنا لطف سخن کو ضائع کردیگا اگر مولوی صاحب اپنے اقول پر ہی نظر کرتے تو اس خیال کو ترک کردیتے ۔ آپ یہ بھی مانتے ہیں کہ میں محض زانیوں کا بیان ہے " صفحہ ۱۰۸، اور" بکرزانی مرد بھی فی الجملہ مفسد فی الارض ہے" صفحہ ۱۱۴۔ پس شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زناکار میں فرق نہ رہا اور دونو کو رجم کرنا یا دونوں کو درے لگانا روا ٹھیرا۔ پھر جب وَیُہۡلِكَ الۡحَرۡثَ سے مراد ہوئی وہ شخص جو حمل کو گرادے یا بچہ مارڈالے تو زنا محض جس میں یہ افعال وقوع میں نہ آویں جرم ہی نہ رہا۔ پھر مفسدین فی الارض

کے لئے آیت محولہ میں عفو کی بھی شرط ہے اگر توبہ کی جائے۔ مگر بکر زانی کے لئے عفو کی رعایت نہیں۔ پس مفسد فی الارض یا بقول جناب شادی شدہ زانی توبہ توبہ کرکے چھوٹ جاوے اوربکر زانی بلادُرے کھائے اورجلاوطنی نہ بچے یہ کیا انصاف ہے۔

اوریہ بھی معلوم ہواکہ سورہ بقر کے آغاز میں جو ہے اذقیل لھمہ لاتفسدو فی الارض اس کے معنی ہیں جب ان سے کہا جاتا تھا ملک میں شادیاں کرکے زناکاری نہ کرو اوراسی طرح سورہ بنی اسرائیل کےآغاز میں جو لکھا ہے

اس کا بھی یہ ترجمہ کرنا

چاہیے۔ ہم نے بنی اسرائیل سے کتاب میں کہہ دیا تھا کہ تم ضرور شادیاں کرکے دومرتبہ زنا کروگے۔ اوراسی جدت اورباریک بینی کی بنا پرآپ فرماتے ہیں حکم رجم " قرآن کریم میں اتم واکمل طورپر عبارت النص میں موجود ہے" یہ صرف عقل کا فساد ہے اوربس اوربجا ہے اگر قرآن فریاد کرکے مجھ کو میرے دوستوں سے بچاؤ یہ ایک عمدہ نمونہ ہے مولوی صاحب ممدوح کی تفسیر القرآن بآیات الفرقان کا غرضیکہ ہم کو مطلق ضرورت نہیں کہ ہم حضرت عمر کی سچی بات کو جھٹلادیں۔

آیت رضاعت پر مولوی صاحب کی تحقیق

اسی طرح ہم جو فصل چہارم میں مسلمہ سے حضرت عائشہ کی روایت عشرو ضعات معلوم کی نقل کرچکے اس کی نسبت بھی مولوی صاحب فرماتے ہیں " عائشہ نے رسول اللہ سے یہ مسئلہ سنا تھا اورچونکہ عبارت عربی تھی انہوں نے اس مسئلہ کو زبانی یاد کررکھا اوروہ اپنے دل میں سمجھتی رہیں کہ یہ کوئی قرآن کریم کی آیت ہے" صفحہ ۲۱۵، ۲۱۶۔ حضرت عائشہ کا قول تویہ ہے کہ قرآن مجید میں جوکچھ نازل کیا گیا ہے اس میں سے یہ بھی تھا"۔ اوررسول فوت ہوگئے اوریہ پانچ رضعات معلومات کی عبارت برابر قرآن مجید میں سے پڑھی جاتی تھی " صفحہ ۲۱۵، اورآپ وہ کہہ رہے ہیں ۔ جوسراسر باطل ہے کیونکہ حضرت عائشہ اپنا گمان نہیں بتلاتیں بلکہ ایک امر واقعہ کی روایت کرتی ہیں کہ حضرت پر جو قرآن نازل ہوا یہ اس میں تھی اوراسی قرآن میں وفات کے وقت تک برابر پڑھی جاتی تھی۔ حضرت کے قرآن کی کیفیت عائشہ سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا ۔ بلکہ وہ خالی ورقوں والا قرآن جو بگمان جناب کے حضرت پاس تھا اس کو بھی انہوں نے ضرور دیکھا ہوگا اورآپ کو یہ ماننا چاہیے۔ کہ حضرت عائشہ یہ کہتی ہیں کہ اسی قرآن کے اندریہ آیت

تھی اوراسی کے اندرپڑھی جاتی تھی ۔ مگر تعجب ہے کہ آپ کو یہ کہتے تامل نہیں ہوتا۔ کہ حضرت عائشہ کو قرآن اورغیر قرآن میں امتیازنہ تھا۔پھر اگر انہیں کو نہ تھا تو ۱۳ سوبرس بعد ماوشمہا کے قول کا ایک کیا اعتبار اورہم بلا تامل کہتے ہیں کہ اس بارے میں جو کچھ حضرت عمر یا حضرت عائشہ نے فرمایا وہ بجا تھا اورآپ کا ارشاد سراسر خطا بلکہ ایک وہم ہے بے سروپا۔

خاتمہ

ترجمہ: مجھ کو وہم نہیں ہوتا کہ یہ کبھی ضائع ہوجائے (کہف ۳۵)۔

ان لہ لحافظون کی تاویل

اس بحث کو ختم کرنے کے قبل ہمارا فرض ہے ۔ کہ مسلمانوں کے ایک بڑے اعتراض کو رفع کردیں جو قرآن شریف کے اس نقصان کے بارہ میں جو ہم نے بدلائل ثابت کیا کہ ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے اورجس کی وجہ سے اس اہم معاملہ میں تحقیق کرنے سے وہ رکے رہے۔ قرآن شریف میں جو یہ آیت (سورہ حجر ۹) ہم نے ہی نصحیت کو اتارا ہے اورہم ہی اس کے حافظ ہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس وعدہ کے موافق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو مداخلت سے پاک رکھا" صفحہ ۷۶۔ سر سید احمد بھی اسی مطلب پر اس آیت کریمہ کو سند جانتے ہیں۔ اصول تفسیر صفحہ ۳۳۔ اورمولوی علی بخش خان صاحب مرحوم مسلمانوں کے ہمزبان فرماتے ہیں ۔ " خدا تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کرلیا ہے" صفحہ ۱۰۔ عجب نہیں کہ اسی غلط خیال کی بدولت صحابہ بھی خدا کے بھروسہ قرآن کی حفاطت کا خیال ترک کرکے غفلت میں سوتے رہے اوراس کو تلف ہوجانے دیا اوروقت پر جمع وترتیب حفظ تحریر نہ کرکے زیان میں مبتلا ہوگئے۔ مگر ہم اس زعم فاسد کے کئی جواب دیتے ہیں ۔

۱۔ اگرآیت کے یہی معنی ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ایک ایمانی حسن ظن ہے جس کوتحقیق واقعات میں کچھ دخل نہیں۔ جب ہم یقینی طورسے دکھلاچکے کہ قرآن صحیح وسالم باقی نہ رہا تو آیت متنازعہ واقعات کو باطل نہیں کرسکتی ۔ پس اگر اس آیت کی تعظیم

کسی کے دل میں ہے تو اس کو تاویل کرنا چاہیے ۔ تاکہ آیت واقعات کے مطابق ہوسکے ۔

الذکر کی مراد

۲۔یہاں الذکر تمام کتب آسمانی کے لئے عام ہے کچھ قرآن سے خاص نہیں اور معنی یہ ہوئے کہ ہم نے کل نصحیت کو اتارا ہے اورہم ہی اسکے محافظ ہیں یعنی ہم اس کو مغلوب نہ ہونے دینگے ہم اس کو تمام ابطارت پر غالب کرینگے اوراس کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھلائینگے ۔ لفظ ذکر قرآن کے لئے بھی آیا ہے اوردیگر کتب سماوی کے لئے بھی (دیکھو سورۃ انبیاء ع ۴، ۷) اس لئے یہود ونصاریٰ جن کو اہل کتاب کہا اہل الذکر بھی کہلائے (انبیاء ع اونحل ع ٦) پس اس قسم کی حفاظت الٰہیٰ تمام الذکر یعنی کتب آسمانی پر حاوی ہے۔

۳۔ ایک معنی ہر چیز محفوظ ہے جو خدا کے علم میں ہے چنانچہ خود قرآن شریف میں وارد ہوا ہے

(یونس ع ٦١) (سورہ رعد ۳۹)

(بروج ۲۲) پس اگر خدا قرآن کا محافظ ہے تو اس معنی میں کہ وہ لوح محفوظ میں ہے نہ اس معنی میں کہ وہ کتابوں او ر صحیفوں اور پرزوں اورہڈیوں اورلکڑیوں اور صدوالرجال میں محفوظ ہے کیا ہم سب محفوظ نہیں۔ انا اللهٰ وانا الیہ راجعون ۔

۴۔ شاید اسی قسم کی مشکلوں نے علماء کو اس آیت کی زیادہ معقول تاویل کی طرف رجوع کیا چنانچہ مدارك ہیں بعد اسی رسمی تفسیر کے یہ بھی لکھا ہے اواالضمیر فی لہ الرسول اللهٰ لفولہ وای یعصمك یعنی یا معنی یہ ہیں کہ ضمیر لہ کی رسول اللهٰ کی طرف راجع ہے اورمراد موافق قول خدا کے رسول کی ذات محافظت ہے۔

حافظوں کی تاویل

۵۔ جب ہم گہری نظر سے دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کیسی غفلت اور بے پرواہی صحابہ نے اس قرآن کی جمع اورترتیب میں روا رکھی تو ہم دل میں تعجب کرکے کہتے ہیں ۔ کہ کیوں کسی مفسر نے آیت متنازعہ کے یہ معنی نہیں لگائے کہ ہم نے اس قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کے حافظ ہیں یعنی ہم ہی اس کو جاوینگے ۔ اوراپنے پاس محفوظ رکھینگے پس اس قرآن کا نہ کوئی حافظ کبھی ہوا اور نہ اب ہے اورلاکھوں حافظ جو کہتے پھرتے ہیں کہ ہم اس کے حافظ ہیں جھوٹے ہیں۔ قرآن کا کوئی حافظ بجز ہمارے نہیں ہے۔

ذہاب قرآن

۶۔ وہ جو اس آیت کے معنی مثل مولوی صاحب مرحوم کے لگاتے ہیں کیا انہوں نے کبھی آنحضرت کی یہ حدیث نہیں سنی کہ ایک زمانے آنے والا ہے ۔جب قرآن بالکل صفحہ روزگار سے مٹ جائیگا ۔ سنن ابن ماجہ باب ذہاب القرآن والعلم میں روایت ہے کہ " حذیفہ بن یمان نے کہا کہ رسول نے فرمایا تھا۔ کہ اسلام ایسا پرانا ہوجاویگا جیسے کپڑے کی بیل پرانی ہوجاتی ہے حتی کہ لوگ یہ بھی نہ جانینگے کہ روزہ کیا ہے نماز کیا قربانی کیا اور صدقہ کیا اور خدا کی کتاب ایک رات بھر میں چل بسیگی اورزمین پراس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہیگی" پس جب کسی زمانہ میں سارا کا سارا قرآن مٹ جائیگا ۔ تو اگر نصف قرآن یا دوثلث قرآن تلف ہوگیا یا اس میں تحریف وتبدیل ہوگئی توآیت متنازعہ اس کی مانع نہیں ہوسکتی کیونکہ ایک وقت تو ایسا آنے والا ہے جب یہ آیت بھی برقرار نہ رہیگی۔ مگر وہ قرآن جو لوح محفوظ میں ہے۔ وہ خدا کی حفاظت میں برابر رہتا رہا اوررہیگا۔

ضمیمہ تاویل القرآن

۱۔ المہ ذالک الکتب لاریب فیہ ھدیً للمتقین

(نواب۔)المہ۔ اس کتاب میں کچھ شک نہیں ہدایت ہے پرہیزگاروں کےلئے ۔

(مولوی۔) المہ۔ یہ وہ کتاب ہے جس (کے کلام الہیٰ ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں۔ پرہیزگاروں کی رہنما ہے۔

(پادری۔) المہ۔ اس کتاب میں کچھ شک نہیں اہل خوف کے لئے ہدایت ہے۔

الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلواۃ ومماررزقنھم ینفقون ۔

(نواب۔) جو ایمان لاتے ہیں غیب کا اورقائم کیا کرتے ہیں نمازاورجوکچھ کہ روزی دی ہے ہم نے انہیں اس میں سے وہ صرف کیاکرتے ہیں۔

(مولوی۔) جب غیب پر ایمان لاتے اورنماز پڑھتے اورجو کچھ ان کو ہم نے دے رکھاہے اس میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

(پادری۔) جو اندیکھے پرایمان لاتے اورنماز پڑھتے اورجوکچھ ان کو ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک و بالا خرۃ ھمہ یوقنون۔

نواب۔ اورجو ایمان لاتے ہیں اس چیزکا کہ بھیجی گئی تیرے پاس اور وہ چیزکہ بھیجی گئی ہے تجھ سے پہلے اورقیامت کا وہ یقین کرتے ہیں۔

(مولوی) اوراے (پیغمبر)جو(کتاب) تم پر اتری اورجوتم سے پہلے اتریں ان (سب) پرایمان لاتے اوروہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں۔

پادری ۔ جوتجھ پر اورتجھ سےپہلے اترا ہے۔ وہ اسے مانتے اوران کو آخرت کا یقین ہے۔

اولئك على هدًى من ربهمه والئك همه المفحلون

نواب۔ وہی تو ہدایت پر ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے اوروہی تو کامیاب ہونے والے ہیں۔

مولوی۔ یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے رستے پر ہیں اوریہی (آخرت میں من مانی) مراد پائینگے۔

پادری۔ وہی اپنے رب سے ہدایت یافتہ اوروہی مراد رسیدہ ہیں۔

ان الذین کفرواسوآء علیهمه انذرتهمه امه لمه تنذرهمه لا یومنون۔

نواب۔ بے شبہ جو لوگ کافرہو بیٹھے برابر ہے انہیں خواہ ڈرائے تو انہیں یا نہ ڈرائے انہیں وہ کبھی ایمان نہ لاوینگے۔

مولوی۔ (اے پیغمبر) جن لوگوں نے (قبول اسلام سے) انکارکیا ان کے حق میں یکساں ہے کہ تم ان کو (عذاب الہیٰ سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ تو ایمان لانے والے ہیں نہیں۔

پادری۔ وہ جوکافرہیں توان کوڈرایا نہ ڈرا وہ نہ مانینگے۔

ختمه الله علیٰ قلوبهمه وعلی سمعهه وعلیٰ ابصارهمه غشا وه ولهمه عذاب عظیمه۔

نواب۔ مہرکردی ہے خدا نے ان کے دلوں پر اوران کے کانوں اور آنکھوں پرپردہ ہے انہیں کےلئے بہت بڑا عذاب ہے۔

مولوی۔ ان کے دلوں پر اوران کے کانوں پر اللہ نے مہرلگادی ہے ۔ اوران کی آنکھوں پر پردہ (پڑا) ہے اور(آخرت میں) ان بڑا عذاب ہونے والا ہے۔

پادری ۔ خدا نے ان کےدلوں پر مہر کردی ہے اوران کے کانوں اور آنکھوں پرپردہ پڑا ہے اوران کےلئے بڑا عذاب ہے۔

قل اعوذ برب الناس اله لناس

نواب ۔ کہہ پناہ چاہتا ہوں سرپرست سےلوگوں کے بادشاہ سے لوگوں کے خدا سے لوگوں کے۔

مولوی۔ اے پیغمبر اپنی حفاظت کے لئے یوں) دعا مانگا کرو۔ که (شیطان)جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا اور (خود) نظر۔

پادری۔ تو کہه میں آدمیوں کے رب سے پناہ مانگتا ہوں آدمیوں کے بادشاہ سے آدمیوں کے معبود سے ۔

من شرالرسواس الخناس الذی یوسوس فی صدورالناس ۔

نواب۔ برائی سے سنکارنے والے اور چھپ جانے والے کے جو وسوسه ڈالتا ہے دلوں میں لوگوں کے ۔

مولوی ۔ نہیں آتا (اور) جنات اورآدمی دونو ہی اس قسم کے وسوسه اندازہوتے ہیں ان کی شر سے میں لوگوں کے (حقیقی)بادشاہ ۔

پادری۔ وسوسه کننده کی بدی سے جو پیچھے ہٹ جاتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسه ڈالتا ہے۔

من الجنته والناس

نواب۔ ذیل میں سے جنوں کے اورلوگوں کے ۔

مولوی۔ لوگوں کے معبود (برحق یعنی خدا کی) پناہ مانگتا ہوں ۔

پادری۔ جنوں میں سے اورآدمیوں میں سے ۔

قال المه اقل لك انک لن تستطیع مع صبراً قال ان سائتك ۔

نواب ۔ کہنے لگا کیوں میں نہیں سمجھتا تھاتجھ سے کہ توہر گز نہیں سکت رکھ سکتا ہے میرے ساتھ صبر کی ۔ کہنے لگاکہ اگرمیں پوچھوں تجھ سے ۔

مولوی ۔ (خضر نے) کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ تم سے ہر گز صبر نہیں ہوسکیگا (موسیٰ نے) کہاکہ اس کے بعداگرمیں آپ سے کچھ پوچھوں ۔

پادری۔ بولا کیا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ تومیرے ساتھ صبر نہ کرسکیگا موسیٰ بولا اگراس کے بعدکوئی بات پوچھوں۔

عن شئی بعد هافلا تضحبنی قد بلغت من لمدنی عذراً انا نطلقا ۔

نواب۔ کچھ بھی اس کے بعد توہرگز نہ ساتھ کرنا میرا کہ ضرورتو پہنچ گیا ہے میری طرف سے عذرکی حد پر۔ پھر برابر چلے گئے۔

مولوی۔ توآپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیگا کہ آپ میری طرف سے (حد)عذرکو پہنچ چکے۔ یه ہوہواکر (اور)آگے بڑھے۔

پادری۔ تومجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا تو میری طرف سے معذورہوگا۔ پھر دونوچلے۔

حتیٰ اذاآتیا اهل قریة ان استطعما اهلها فابوان یضیفوهما۔

نواب۔ یہاں تک کہ آئے ایک بستی میں تو کھانا مانگا انہوں نے اس کے لوگوں سے تو انکار کیا انہوں نے اس بات سے کہ ضیافت کریں وہ ان دونون کی۔

مولوی ۔ یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانے کو مانگا اورانہوں نے ان کو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا۔

پادری۔ اورایک گاؤں کے لوگوں پاس دونو آئے اوران سے کھانا مانگا۔ انہوں نے ان کی مہمانی سے انکار کیا۔

فوجدا فیھا حدارأیرید ان ینقض فاقا مہ قال لوشدت

نواب پھر پائی ان دونو نے اس میں ایک دیوارکہ وہ اگر چاہتی تھی پھر سیدھا کردیا اسے اس نے ۔ کہنے لگا کہ اگر تو چاہتا۔

مولوی۔ اتنے میں انہوں نے گاؤں میں ایک دیوار دیکھ جو گراہی چاہتی تھی تو(خضرنے) اس کو کھڑا کردیا (اس پر موسیٰ نے) کہاکہ اگرآپ چاہتے ۔

پادری وہاں انہوں نے ایک دیواردیکھی جو گرا چاہتی تھی خضرنے اس دیوارکو درست کیا موسیٰ بولا اس محنت پرتوان سے ۔

لتخذت علیہ اجراً قال اھذاافراق بینی وبینک

نواب تو لے لیتا اس کی کچھ مزدوری کہنے لگا یہیں سے جدائی ہے مجھ میں اورتجھ میں ۔

مولوی۔ تو (ان لوگوں سے) دیوار کے کھڑا کردینے کی مزدوری لیتے (خضرنے) کہا بس اب مجھ میں اورتجھ چھٹم چھٹا۔

پادری ۔ مزدوری لے سکتا تھا۔ اس نے کہا اب مجھ میں اورتجھ میں جدائی ہے۔

سانبئک بتاویل مالمہ تستطیع علیہ صبراً۔

نواب۔ جھب سے بتائے دیتا ہوں میں تجھے حقیقت اس کی کہ سکتا نہ ہوئی تجھے جس پر صبر کی۔

مولوی۔جن (باتوں) پر تم سے صبر نہ ہوسکا میں تم کو ابھی ان کی اصل حقیقت بتائے دیتا ہوں۔

پادری۔ میں تجھے اس کا بھید جس پر تو صبر نہ کرسکا بتاؤنگا۔